اکتوبر ۲۰۰۵

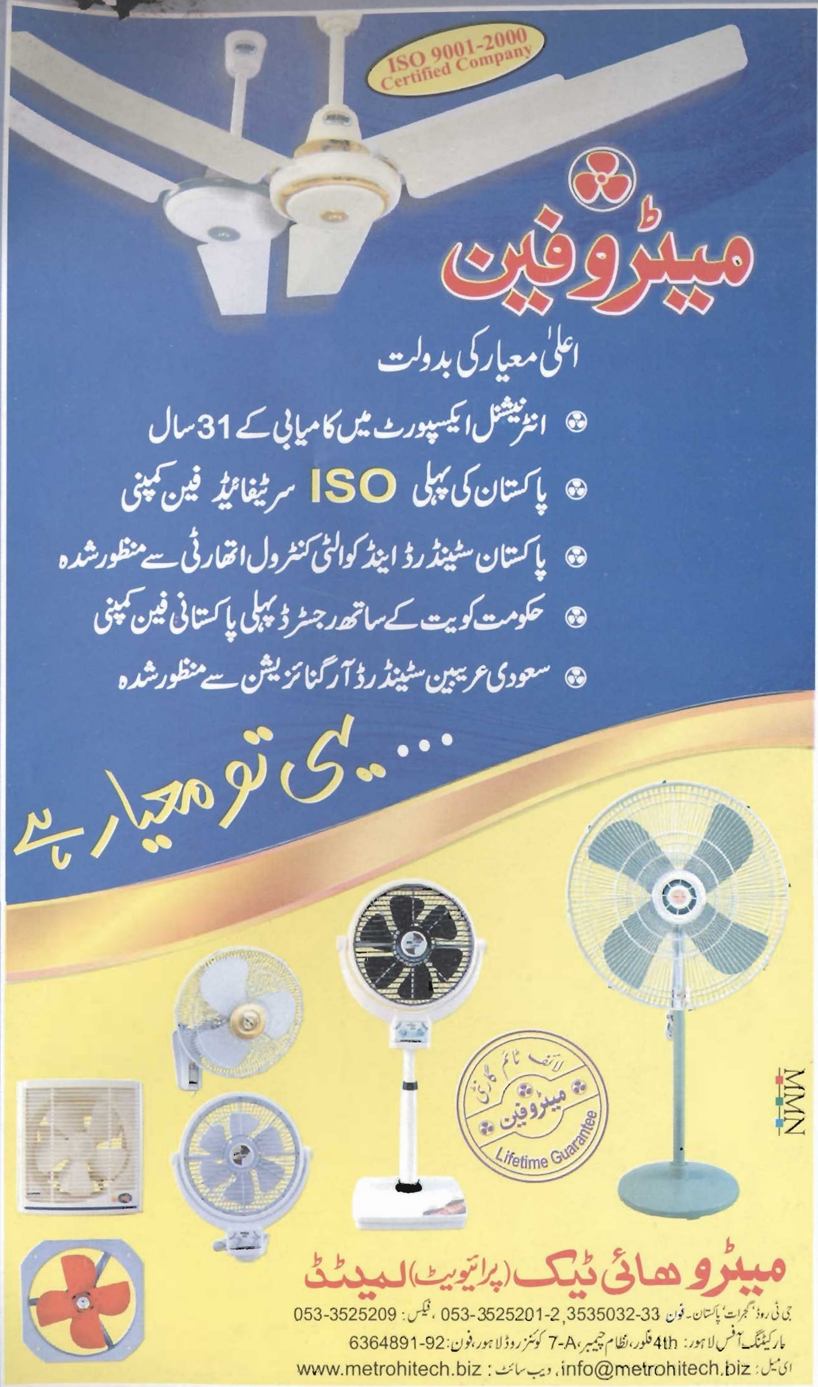
ماہنامہ

ترجمان القرآن

مؤسس: سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

مدیر: پروفیسر خورشید احمد

ادارہ ترجمان القرآن



ISO 9001-2000
Certified Company
میٹرو فین
اعلیٰ معیار کی بدولت
انٹرنیشنل ایکسپورٹ میں کامیابی کے 31 سال
پاکستان کی پہلی ISO سرٹیفائیڈ فین کمپنی
پاکستان سٹینڈرڈ اینڈ کوالٹی کنٹرول اتھارٹی سے منظور شدہ
حکومت کویت کے ساتھ رجسٹرڈ پہلی پاکستانی فین کمپنی
سعودی عریبین سٹینڈرڈ آرگنائزیشن سے منظور شدہ
یہی تو معیار ہے...
لائف ٹائم گارنٹی
میٹرو فین
Lifetime Guarantee
MMN
میٹرو ھائی ٹیک (پرائیویٹ) لمیٹڈ
جی ٹی روڈ' گجرات' پاکستان۔ فون 053-3525201-2, 3535032-33 ، فیکس: 053-3525209
مارکیٹنگ آفس لاہور: 4th فلور، نظام چیمبر، 7-A کوئنز روڈ لاہور، فون: 6364891-92
ای میل: info@metrohitech.biz، ویب سائٹ: www.metrohitech.biz

ماہنامہ ترجمان القرآن

جلد ۱۳۲، عدد ۱۰، رمضان ۱۴۲۶ھ، اکتوبر ۲۰۰۵ء

○ اشارات

جنرل مشرف کا دورۂ امریکا — پروفیسر خورشید احمد — ۳

○ فہم قرآن

تہجد اور تربیت نفس — سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ — ۱۹

○ دعوت و تحریک

ہم قرآن پر کیسے عمل کریں؟ — سمیہ رمضان — ۳۳

○ تذکیر

۴۰ مختصر مسنون دعائیں — اسامہ مراد — ۴۱

○ نظام حیات

سلطنت جابرہ — شاہ اسماعیل شہیدؒ — ۴۹

○ عالم اسلام

پاکستان اسرائیل تعلقات — عبدالغفار عزیز — ۶۵

○ اسلام اور مغرب

خودکش دہشت گردی کی وجہ؟ — مسلم سجاد — ۷۵

○ دعوت و تحریک

نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے — عبدالستار — ۸۱

○ اخبار اُمت

مصر: حالیہ انتخابات اور جمہوریت کا مستقبل — حافظ محمد عبداللہ — ۸۳

○ رسائل و مسائل — ۸۹

○ کتاب نما — ۹۷

○ عکس و آواز کی دنیا — ۱۰۷

○ مدیر کے نام — ۱۰۹

مدیر

پروفیسر خورشید احمد

نائب مدیر

مسلم سجاد

منصورہ، ملتان روڈ، لاہور - ۵۴۷۹۰

فون: ۵۴۲۵۳۵۶ (۰۴۲)

فیکس: ۵۴۳۲۱۹۴ (۰۴۲)

E-mail: tarjuman@wol.net.pk

مدیر انتظامی

عبدالکریم

۵-اے، ذیلدار پارک، اچھرہ، لاہور - ۵۴۶۰۰

فون: ۷۵۸۷۹۱۶ (۰۴۲)

فیکس: ۷۵۸۵۵۹۰ (۰۴۲)

E-mail: tarjuman@pol.com.pk

www.tarjumanulquran.org

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے

زر سالانہ: ۲۵۰ روپے

معاونِ خصوصی: ۳۰۰۰ روپے

بیرونی ایڈیشن: ۳۵ روپے

بنگلہ دیش، ایران، بھارت: ۷۰۰ روپے

یورپ، مشرق وسطیٰ، مشرق بعید، افریقہ: ۱۰۰۰ روپے

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا: ۱۳۰۰ روپے

بنام ماہنامہ ترجمان القرآن

A/c No. 1957-3, UBL, Icchra Br. LHR

زیر اہتمام: الابلاغ ٹرسٹ

۶۰ سال پہلے

حقیقی تقویٰ

بعض لوگ مباحات☆ اور رخصتوں سے مستفید ہونا شانِ تقویٰ کے منافی سمجھتے ہیں اور ہر منزل میں اپنا ڈیرہ سنگلاخ زمین میں ہی ڈالنا کمال دین داری سمجھتے ہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غلط فہمی کا بھی ازالہ فرمایا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے' فرمایا' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام کیا پھر اس میں رخصت دے دی تو بعض لوگ اس رخصت سے فائدہ اٹھانے میں احتراز کرنے لگے۔ جب رسولؐ اللہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپؐ نے خطبہ دیا: اللہ تعالیٰ کی حمد کی' پھر فرمایا بعض لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ بعض ایسی باتوں سے احتراز کرتے ہیں جن کو میں کرتا ہوں۔ خدا کی قسم! میں ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو جاننے والا ہوں اور ان سے زیادہ خدا سے ڈرتا ہوں۔ (متفق علیہ)

ابوداؤد میں ایک روایت اس سے بھی زیادہ واضح ہے: حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ اپنے اوپر سختی مت کرو کہ اللہ بھی تم پر سختی کرنے لگے۔ ایک قوم نے اپنے اوپر سختی کی تو اللہ نے بھی ان پر سختی کی۔ انھی کی یادگاریں کلیساؤں اور گرجوں میں دیکھ رہے ہو۔ یہ ان کی گھڑی ہوئی رہبانیت ہے جس کو اللہ نے ان کے اُوپر فرض نہیں کیا۔

یہ حدیثیں اس بات کا صاف ثبوت ہیں کہ جس طرح رخصتوں کی تلاش اور مباحات سے فائدہ اٹھانے میں جانب حق کی رعایت سے بے پروائی تقویٰ کے خلاف ہے' اسی طرح دین میں خواہ مخواہ سختی اور تشدد کے پہلو کا التزام بھی تقویٰ کے منافی ہے۔ تقویٰ کی راہ اُس سہل انگاری اور اس تشدد پسندی کے بیچ سے ہو کے نکلی ہے۔ ("اشارات"، مولانا امین احسن اصلاحی' ترجمان القرآن، جلد ۲۷' عدد ۳-۴' رمضان و شوال ۱۳۶۴ھ' ستمبر و اکتوبر ۱۹۴۵ء' ص ۶-۷)

☆ تقویٰ کے لیے اندیشۂ معصیت سے بعض ایسی چیزیں چھوڑنی پڑتی ہیں جن میں بظاہر کوئی حرج نہیں ہے لیکن یہ اس صورت میں ہے جب امر حق مشتبہ ہو۔ ایسی صورت میں بلاشبہہ تقویٰ یہی ہے کہ آدمی احتیاط کا پہلو اختیار کرے اور مباح مشتبہ سے فائدہ نہ اٹھائے لیکن جس مباح یا جس رخصت پر قلب مطمئن ہے' محض اس خیال سے اس کو چھوڑنا کہ اصلی دین داری سخت راہ اختیار کرنے میں ہے' یہ تقویٰ نہیں ہے بلکہ تقویٰ سے دھینگا مشتی ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

جنرل پرویز مشرف کا دورۂ امریکا

پروفیسر خورشید احمد

پاکستان کی ۵۷ سالہ تاریخ کا ایک عجوبہ یہ بھی ہے کہ یہاں ہر سربراہ ریاست یا رئیس مملکت کا ہر بیرونی دورہ ہمیشہ 'کامیاب' یا پھر 'بہت کامیاب' ہی رہا ہے اور اس کے نتائج اور ثمرات خواہ کچھ بھی ہوں' نہ اس کی کامیابی پر کبھی کوئی حرف آیا اور نہ تعریف و توصیف کے ڈونگرے برسانے والوں میں کوئی کمی ہوئی۔ اس تاریخی پس منظر میں جنرل پرویز مشرف کا امریکا کا ان کے چھے سالہ دورِ اقتدار کا نواں دورہ' جو ۱۳ سے ۱۸ ستمبر ۲۰۰۵ء تک رہا' اپنی ساری تند و تیز جولانیوں' صحافتی مقابلوں اور کہہ مکرنیوں' سیاسی رہنماؤں سے مذاکرات اور 'عدو' سے اتفاقی ملاقات' روشن خیال خواتین اور دل پسند این جی اوز کے نمایندوں سے لفظی مچیٹوں اور پاکستانی خواتین کی مظلومیت اور 'کاروباریت' کو طشت از بام کرنے کی خدمات اور دوسری بے شمار جرأت مندانہ پسپائیوں کے باوجود نہ صرف 'کامیاب' بلکہ 'بہت ہی کامیاب' ہی قرار دیا جائے گا۔ سرکاری میڈیا اور لبرل دانش ور اور قلم کار جو بھی کہیں اور لکھیں' آج کی دنیا میں حقیقت کو پردوں میں چھپانا ممکن نہیں رہا۔ امریکا کی قیادت سے ان کی دوستی اور اشتراکِ مفاد اور یہودی لابی سے نیا نیا عشق اپنی جگہ' لیکن جمہوری معاشرے اور آزادیِ صحافت کا ایک روشن پہلو یہ ہے کہ حقائق سامنے آ کر رہتے ہیں اور معاملہ خواہ نکسن کے واٹرگیٹ کا ہو یا کلنٹن کے مونیکا سے معاشقے کا___ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو کر رہتا ہے۔

دورے کے اہداف

جنرل پرویز مشرف کے دورے کی تمام تقاریر' بیانات اور ملاقاتوں کا جائزہ لیا جائے تو کلیدی موضوع پانچ ہی نکلتے ہیں:

۱- دہشت گردی کے خلاف امریکی جنگ میں پاکستان کا کردار بحیثیت حلیف اور تابع مہمل۔ ہر تقریر اور ہر ملاقات میں یہ موضوع سرفہرست رہا حالانکہ یہ نہ ہمارا مسئلہ ہے اور نہ ہمیں اب اس سے کوئی فائدہ ہو رہا ہے' بلکہ اسے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔

۲- پاکستان اور امریکا کے تعلقات۔ خصوصیت سے بھارت سے امریکا کے بڑھتے ہوئے اسٹرے ٹیجک شراکت (partnership) کے پس منظر میں یہ تعلق پاکستان کے لیے اب ایک فیصلہ کن مرحلے (moment of truth) میں داخل ہوگیا ہے۔ پاکستانی وزیرخارجہ نے کہا ہے کہ اب صاف معلوم ہوجانا چاہیے کہ پاکستان سے امریکا کے تعلقات کا موجودہ مرحلہ حقیقی دوستی اور رفاقت کا ہے یا محض وقتی ضرورت کی آشنائی کا۔ جنرل مشرف کا ٹائم میگزین کو حالیہ انٹرویو (نوائے وقت/ ڈان '۲۶ ستمبر ۲۰۰۵ء) بھی امریکا کی سردمہری کا اعتراف ہے۔

۳- کشمیر کے سلسلے میں کسی حقیقی پیش رفت کی کوشش۔ صدر بش کی مداخلت اور بھارتی وزیراعظم من موہن سنگھ سے نیویارک کی ملاقات اس سلسلے میں ایک فیصلہ کن حیثیت رکھتی تھی۔

۴- پاکستان کے اسرائیل سے روابط استوار کرنے کے سلسلے کو آگے بڑھانا۔ اس میں اسرائیلی وزیراعظم شارون سے طے شدہ پروگرام کے تحت 'اتفاقی ملاقات'، 'ورلڈ جیوش کانگرس' سے خطاب اور امریکا کی یہودی لابیز سے راہ و رسم پیدا کرنا اور اس سلسلے میں مسئلہ فلسطین کے بارے میں پاکستان کے اصولی اور تاریخی مؤقف سے انحراف اور کسی طرح اس کا جواز پیش کرنا شامل ہے۔

۵- پاکستان کے امیج کو درست کرنے کی کوشش اور اس سلسلے میں خصوصیت سے پاکستان میں عورتوں کے ساتھ زیادتی کے باب میں جو پروپیگنڈا ہو رہا ہے' اس کا توڑ کرنا۔

یہ تھے پانچ اہداف۔ ان میں سے کسی ایک کے سلسلے میں کوئی حقیقی تو کیا' رسمی پیش رفت بھی نہیں ہوسکی۔ بھارت کے وزیراعظم کے ساتھ ساڑھے چار گھنٹے کی ملاقات میں بھی بھارت اپنی پوزیشن سے ٹس سے مس نہیں ہوا اور صدر بش نے ہر معاملے میں سرخ جھنڈی دکھا دی۔ اسرائیل کی

یہودی لابی نے خوب خوب فائدہ اٹھایا اور مکھن لگانے کا نیا ریکارڈ قائم کیا۔ لیکن عالمِ عرب اور عالمِ اسلام میں رسوائی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا، البتہ اس دورے کا نقصانِ عظیم وہ ہے جو پاکستان کے امیج کو پہنچا ہے اور اس کے ساتھ نائن الیون کی پسپائی کے بعد پہلی بار پاکستان کے ساتھ خود جنرل پرویز مشرف کے امیج پر وہ چوٹیں لگی ہیں کہ ؏

پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی!

اس سلسلے میں واشنگٹن پوسٹ کا انٹرویو، اس کی زبان اور گندے الزامات، پھر اس بیان کا انکار، پھر اخبار کی طرف سے اصل بیان کی اشاعت اور جنرل صاحب کی آواز میں ۹ منٹ کے اس حصے کو انٹرنیٹ پر ڈال دینا، جس میں وہ ساری باتیں موجود ہیں جن کا وہ انکار کر رہے تھے اور یہاں تک کہہ رہے تھے کہ:

"مجھے پورے خلوص کے ساتھ یہ کہنے دیجیے کہ میں نے ایسا کبھی نہیں کہا، اور یہ غلط منسوب کیا گیا ہے۔ مشرف نے خواتین کے گروپ سے کہا "یہ میرے الفاظ نہیں ہیں اور میں یہ بھی کہوں گا کہ میں اس قدر احمق اور بیوقوف نہیں ہوں کہ اس قسم کا تبصرہ کروں"۔

جنرل صاحب کے امیج پر یہ چاند ماری جاری تھی کہ روز ولٹ ہوٹل میں خواتین کے اجتماع میں ان کی برہمی اور خواتین کو دعوت مبارزت نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔ بس چند جھلکیاں:

بی بی سی اُردو سروس اپنی ۱۸ ستمبر کی رپورٹ میں یوں تفصیل بیان کرتی ہے:

انھوں نے کچھ غیرسرکاری تنظیموں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ وہ لوگ جو خواتین کے مسائل ملک سے باہر اٹھاتے ہیں، ان کے اپنے ایجنڈے ہوتے ہیں اور وہ ایسے لوگوں کو دیکھ لیں گے۔ انھوں نے غیرسرکاری تنظیموں کو تنبیہہ کی کہ 'میں ایک سپاہی ہوں اور مجھے لڑنا آتا ہے۔ میں آپ سے لڑوں گا اور اگر آپ چیخیں گی تو میں آپ سے زیادہ چیخ سکتا ہوں'۔

صدر مشرف کے خطاب کے بعد سوال جواب کے دوران جب ایک خاتون نے کہا کہ وہ خواتین جو امریکا میں پاکستانی خواتین کے حقوق کے لیے کام کر رہی ہیں، بے حد مخلص ہیں اور پاکستانی صدر کو ایسی بات نہیں کہنی چاہیے، تو اس بات پر جنرل مشرف برہم ہو گئے اور

انھوں نے کہا کہ 'آپ جیسے لوگ قومی مفاد کے خلاف ہیں' [انگریزی پریس نے جو الفاظ دیے ہیں' وہ یہ ہیں: you are against me and against Pakistan]۔
انھوں نے یہ بھی کہا کہ ایسے لوگوں کے اپنے معاشی یا سیاسی مفاد ہوتے ہیں جس کی خاطر وہ ان واقعات پر خاص روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جس سے پاکستان کے وقار کو ٹھیس پہنچے۔ اس موقع پر امریکا میں پاکستان کے سفیر جہانگیر کرامت نے اٹھ کر صدر کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور مائیک خود سنبھال لیا۔
اس تقریب میں شریک ڈاکٹر اسماء چودھری نے صدر کے خطاب پر کہا کہ 'میں شدید غصے میں ہوں' صدر صاحب غنڈوں کی طرح باتیں کر رہے ہیں'۔

ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ان دونوں واقعات (واشنگٹن پوسٹ کا انٹرویو اور روز ولٹ ہوٹل میں خواتین کی کانفرنس) کے ردعمل میں عالمی میڈیا میں جو رسوائی پاکستان کی ہوئی' اس کا احاطہ کر سکیں۔ اس ہفتے میں جو نقصان پاکستان کو پہنچا اور جس طرح اس کا امیج مجروح ہوا وہ ہماری تاریخ کا سانحہ اور قدرت کی طرف سے جنرل صاحب کے کیے دھرے کا جواب ہے' جو انھی کے ہاتھوں انھیں ملا جن کی خاطر وہ پاکستان' اسلام' فلسطین' کشمیر ہر ایشو پر مغرب کی استعماری قوتوں کا ساتھ دے رہے ہیں۔

اس ردعمل کا ایک نمونہ ہم پیش کرتے ہیں جو ان کے ایک بڑے مداح اور روشن خیال اعتدال پسندی کے عاشق ولیم می لام (Wiliam Milam) کا ہے جو پاکستان میں امریکا کے سفیر رہے ہیں اور آج کل ووڈرو ولسن سینٹر کے فیلو ہیں۔ اپنے تبصرے کا آغاز اس طرح کرتے ہیں کہ آج کل پاکستان امریکا میں اپنے امیج کو درست کرنے کے لیے مناسب مشیر (consultant) کی تلاش میں ہے جس کا اشتہار بھی دیا جا رہا ہے لیکن ضرورت پاکستان کے امیج سے کہیں زیادہ خود صدر صاحب کو صحیح مشورہ دینے کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ صدر مشرف نے اپنے کارناموں پر جن کو وہ پہلے بھی بیان کرتے رہے ہیں' اپنے آپ کو خوب شاباش دی۔ لیکن مشیر کی اصل ضرورت تو مختاراں مائی جیسے مسئلے پر ہے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ واقعہ ان تنظیموں کے ہاتھ آ گیا جو پاکستان کا امیج تباہ کرنے کے درپے ہیں۔ امریکا میں مشرف کی اوّلین ترجیح خواتین کے مسائل تھی' لیکن انھوں

نے جو کچھ کہا اس نے معاملات کو مزید خراب کر دیا۔ سب' صرف خواتین ہی نہیں' پاکستان کے اندر اور باہر ناراض ہوئے۔

سابق امریکی سفیر پاکستانی اخبار ڈیلی ٹائمز سے پاکستان میں صرف ایک دن میں ہونے والے واقعات اور بلدیاتی انتخابات میں ہونے والی دھاندلیوں اور جمہوری عمل کو مسخ کرنے (subversion) کے شواہد کا حوالہ دینے کے بعد لکھتا ہے:

روشن خیال اعتدال پسندی یا بیرونی دنیا میں ایک بہتر امیج محض لفاظی سے اور وہ بھی بے نقط لفاظی سے حاصل نہیں ہوسکتا۔ اس کے لیے حکومت کو زمینی حقائق کو درست کرنا چاہیے' انسانی حقوق کا بہتر تحفظ ہونا چاہیے' ایک مختلف نصاب کے تحت بہتر تعلیم ہونی چاہیے' دہشت گردی اور عورتوں اور بچوں کے خلاف مظالم کے لیے بہتر نفاذ قانون ہونا چاہیے۔

یہ ایک چھوٹا سا آئینہ ہے جس میں پاکستان اور جنرل صاحب کے امیج کے کچھ نقوش دیکھے جاسکتے ہیں۔ جنرل صاحب گئے تو تھے پاکستان کا وقار بڑھانے اور بلند کرنے (image building) کے لیے اور اقوام متحدہ میں اس تاریخی موقع پر پاکستان اور اُمت مسلمہ کا مقدمہ پیش کرنے کے دعوے کے ساتھ' مگر حاصل کیا ہوا؟

ع بات تو سچ ہے' مگر بات ہے رسوائی کی

پاکستان اپنے اہداف میں سے کسی ایک کی طرف بھی ایک انچ پیش رفت نہیں کرسکا۔ اُمت مسلمہ کے تصورات اہم ترین مسائل ناگفتنی ہی رہے اور اس کا سب سے بڑا مسئلہ' یعنی مسئلہ فلسطین مزید کنفیوژن' انتشار اور بے وقعتی کا شکار ہوگیا۔ اقوام متحدہ کی تشکیل نو اور اس میں ملت اسلامیہ کے کردار کا خواب' خواب گراں ہی رہا اور ان سب پر مستزاد پاکستانی عورت کی جس طرح سربراہِ مملکت کے ہاتھوں برسرِ عام تذلیل ہوئی' اس کی مثال تاریخ میں نظر نہیں آتی۔ کونڈ ولیزا رائس جنرل صاحب کو جتنا بھی 'غیر معمولی انسان' (extraordinary person) قرار دیتی رہیں اور یہودی لابی انھیں 'ناگزیر انسان' (indispensible) کہہ کر کتنا ہی مکھن لگائے' حقائق کی زبان

پکار پکار کر کہتی ہے کہ معاملہ چاہے وردی کا ہو یا سچائی کا' سیاسی تدبر کا ہو یا تحمل اور بردباری کا' جوش کا ہو یا ہوش کا' پاکستان کا امیج تو اس دورے میں بری طرح مجروح ہوا ہی ہے لیکن خود جنرل صاحب کی شخصیت' جس کو اب تک پاکستان سے الگ کر کے تعریف و توصیف کا سزاوار سمجھا جاتا تھا' وہ بھی بری طرح ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہوئی ہے اور بقول میر درد ؎

تہمتیں چند اپنے ذمے لے چلے
جس لیے آئے تھے سو ہم کر چلے

ہم نے تاریخ اور عمرانی علوم کا جو تھوڑا بہت مطالعہ کیا ہے' اس کی روشنی میں یہ کہنے کی جسارت کرتے ہیں کہ جنرل صاحب امریکا گئے تو اس توقع پر کہ ۲۰۰۷ء کے بعد بھی اپنے دو'تاجوں' کو مزید مہلت دلوا لیں گے مگر ان سات دنوں میں جو کچھ خود انھوں نے اپنے ساتھ کیا' اس سے جس عمل کا آغاز ہو گیا ہے اسے چرچل کے الفاظ میں: 'اختتام کا آغاز' (beginning of the end) ہی کہا جاسکتا ہے۔ کسی فرد اور ملک کے قابلِ اعتماد ہونے اور اس کی ساکھ قائم ہونے کا انحصار اس کی بات کے سچ ہونے پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر اس معاشرے میں جہاں قانون کی حکمرانی ہو اور جسے مہذب معاشرہ شمار کیا جاتا ہے قیادت کی طرف سے جھوٹ اور غلط بیانی ناقابلِ معافی جرم ہے۔ بڑی سے بڑی غلطی سے درگزر ممکن ہے مگر دروغ حلفی (perjury) ناقابلِ معافی ہے۔ امریکا میں تو اس جرم پر صدرِ مملکت کا مواخذہ (impeachment) کیا جاسکتا ہے اور ہوا ہے۔ واشنگٹن پوسٹ نے جنرل صاحب کے ۱۳ستمبر والے انٹرویو کو ان کی اپنی آواز میں انٹرنیٹ پر ڈال کر ہماری رسوائی کا جو سامان کیا ہے' اس کی ذمہ داری جنرل صاحب اور ان کی جرأت کے سوا کسی پر نہیں۔ ان کے سیاسی ترجمان (spin-doctors) جو کچھ بھی کہیں' پاکستان کے حقیقی بہی خواہ اس صورت حال پر جتنا بھی افسوس کریں کم ہے۔

اُمت کی نمایندگی

مسلمان ملکوں کی قیادت سے یہ توقع تھی کہ اقوام متحدہ کے اس ۶۰ سالہ سربراہی اجلاس کے موقع پر اُمت کے تصورات' عزائم اور مسائل کی مؤثر اور مدلل نمایندگی کریں گے۔ لیکن افسوس

ہے کہ ایرانی صدر احمدی نژاد کے سوا کسی ایک نے بھی ایمان اور جرأت کے ساتھ ان مسائل اور امور کا کوئی ذکر نہیں کیا جو اُمت کی اصل ترجیح ہیں۔ بش سے لے کر مشرف تک کی تقاریر کو کھنگال ڈالیے' معلوم ہوتا ہے کہ 'دہشت گردی' ہی آج کی دنیا کا اصل مسئلہ ہے حالانکہ یہ امریکا کا ایجنڈا ہے۔ عالمِ اسلام یا انسانیت کا مسئلہ نہیں۔ اقوام متحدہ میں کی جانے والی تقاریر اور اس کی آخری قرارداد میں 'دہشت گردی' اور اس پر اُکسانے (incitment) کو وقت کا سب سے بڑا مسئلہ بنا کر پیش کیا گیا ہے حالانکہ دنیا دیکھ رہی ہے اور اہلِ نظر اس کا اب کھل کر اعتراف کر رہے ہیں کہ امریکا نے دہشت گردی کو دنیا پر اپنی بالادستی (hegemony) اور تحکم قائم کرنے کے لیے استعمال کیا ہے۔ اس کو بہانہ بنا کر افغانستان اور عراق پر قبضہ کیا ہے اور وہاں کے وسائل کو اپنے تصرف میں لا رہا ہے' نیز پوری دنیا کو زیادہ غیر محفوظ بنا دیا ہے۔[1]

آج تک کسی نے دہشت گردی کی کوئی متفق علیہ تعریف نہیں کی۔ اس موقع پر بھی اقوام متحدہ سابقہ ۵۰ سالوں کی طرح کوئی تعریف کرنے سے قاصر رہی ہے اور اگلے سال اس کے لیے کانفرنس کا اعلان کیا ہے مگر اس بے نام (nameless) غیر مرئی (faceless) اور ناقابلِ گرفت (elusive) دشمن کے خلاف جنگ کو ہر مسئلے پر فوقیت دی ہے اور جو ممالک عملاً دنیا میں سب سے زیادہ ظلم اور دہشت گردی پھیلا رہے ہیں' یعنی امریکا' اسرائیل' بھارت اور روس وہ ہر مواخذے سے بالا ہیں۔ ہمارے جرنیل صاحب نے بھی دہشت گردی کے اسباب کے بارے میں تو بڑے ادب

۱- دہشت گردی کا تعلق لوگوں کی انتہاپسندی سے کہیں زیادہ ان سیاسی استبدادی حقائق سے ہے جو بیرونی قبضے اور حکومتی ظلم اور تشدد کے ردعمل میں مجبور' کمزور اور بے سہارا انسانوں اور اقوام کو اپنی آزادی کے حصول اور ظلم سے نجات حاصل کرنے کے لیے مجبور کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں دو بڑی اہم کتابیں گذشتہ ماہ شائع ہوئی ہیں۔ ایک انگلستان کی آکسفورڈ یونی ورسٹی کے محققین کے تجزیے اور تحقیق پر مبنی ہے' یعنی *My Body is My Weapon*۔ دوسری امریکا کی شکاگو یونی ورسٹی کے پروفیسر رابرٹ اے پاپ کی کتاب: *Dying To Win: The Strategic Logic of Suicide Terrorism* ہے جس نے امریکا کے علمی اور صحافتی حلقوں میں تہلکہ مچا دیا ہے۔ یہ ۱۹۸۰ء سے ۲۰۰۳ء تک کے تمام خودکش حملوں کے تجزیے پر مبنی ہے اور اس تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ بنیاد پرستی کا دہشت گرد حملوں سے کوئی تعلق نہیں (تفصیل کے لیے دیکھیے اسی شمارے میں ص ۷۵-۷۹)

کے ساتھ چند جملے کہے ہیں لیکن سارا زور دہشت گردی اور انتہا پسندی کو قوت سے ختم کرنے پر ہے حالانکہ یہ حکمت عملی بری طرح ناکام رہی ہے۔ دنیا بھر کے عوام اس کے خلاف صداے احتجاج بلند کر رہے ہیں۔ اس ہفتے انگلستان میں لاکھوں افراد نے نام نہاد دہشت گردی کے خلاف جنگ کی مخالفت میں فقید المثال مظاہرے کیے ہیں۔ عالمی راے عامہ کے سارے جائزے ہوا کا یہ رخ بتا رہے ہیں دنیا کے عوام کی ۷۰ سے ۹۰ فی صد آبادی اس کے خلاف ہے۔ خود امریکا میں اب ۶۱ فی صد افراد اس جنگ کو لاحاصل قرار دے رہے ہیں اور اس جنگ کے خلاف احتجاجی تحریک روز بروز مؤثر ہو رہی ہے۔

صدر بش کے حامی مشہور کالم نگار تھامس فریڈمین (Thomes Freedman) نے نیویارک ٹائمز میں ستمبر کے پہلے ہفتے میں اپنے کالم میں لکھا ہے:

> موقع ایک ہی دفعہ ملتا ہے۔ اگر جناب بش کترینا سے سبق سیکھنا چاہیں تو ان کے لیے موقع ہے کہ اپنے نائن الیون کے مینڈیٹ کو کسی نئے اور بامعنی مینڈیٹ سے بدل لیں۔ اگر یہ ہو جائے تو کہا جاسکے گا کہ کترینا نے نیو آرلینز تباہ کر دیا لیکن امریکا کو بحال کرنے میں مدد دی۔ اگر جناب بش اپنی سیاست حسبِ معمول جاری رکھیں تو ہر موڑ پر انھیں مخالفت کا سامنا ہوگا۔ گویا کہ کترینا نے ایک شہر اور ایک صدر کو تباہ کر دیا۔

حقیقت یہ ہے کہ بش اور اس کی دہشت گردی کے خلاف جنگ دم توڑ رہی ہے لیکن جنرل پرویز مشرف اسی جرأت کے ساتھ بش کے ایجنڈے پر عمل پیرا ہیں جس جرأت سے ۱۳ ستمبر ۲۰۰۱ء کو سجدہ ریز ہوئے تھے۔

دنیا کی اب سوچ کیا ہے؟ اس کا اندازہ انگلستان کے اخبار دی گارڈین کے اس اداریے سے کیا جاسکتا ہے جو ۱۱ ستمبر کی مناسبت سے چار سال کا جائزہ لیتے ہوئے جنگوں کے نتائج (Consequences of Wars) کے عنوان سے لکھا گیا ہے:

> نائن الیون کے چار سال بعد امریکا اور اس کے اتحادی دہشت گردی کے خلاف کیا کسی حقیقی کامیابی کا ایمان داری سے دعویٰ کر سکتے ہیں؟ جواب ہے: کوئی خاص نہیں۔ نہ صرف یہ کہ دہشت گردی موجود ہے بلکہ یہ بڑھ رہی ہے۔ امریکی دفتر خارجہ کی ایک

رپورٹ کے مطابق گذشتہ سال دنیا بھر میں دہشت گردی کے ۶۵۱ نمایاں حملے ہوئے جو ۲۰۰۳ء کی تعداد کا تین گنا ہیں۔ یہ تعداد ان دو عشروں میں سب سے زیادہ ہے جب سے واشنگٹن نے یہ اعداد و شمار جمع کرنے شروع کیے ہیں۔

اس کا نتیجہ ہے کہ:

دہشت گردی کے خلاف جنگ کا انحصار اس بات پر تھا کہ مشرق وسطیٰ میں جمہوری انقلاب کا نسخہ بروے کار آئے۔ اصل تعجب کی بات امریکی عسکری طاقت کی ناکامی ہے۔ اس نے قبضہ تو کیا ہے لیکن تعمیر نو کی صلاحیت نظر نہیں آتی۔ سخت مزاحمت کی بنا پر زمینی حقائق اور مطلوبہ اہداف کی وسیع خلیج نے امریکی راے عامہ کو متزلزل کر دیا ہے۔ دہشت گردی کے خلاف جنگ پر اصل الزام یہ ہے کہ یہ جن قوتوں کو تباہ کرنے کا دعویٰ کرتی ہے' انھی کے لیے بھرتی کے اسباب فراہم کرتی ہے۔ (خلاصہ)

گارڈین کا اداریہ بھی نیویارک ٹائمز کے مقالہ نگار مارک ڈینز (Mark Danner) کی تائید کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ دنیا بھر میں "Al-Qaidaism" کا عنصر رونما ہو گیا ہے اور اس کے آسانی سے ختم ہونے کے کوئی امکانات نہیں۔ اداریے کا خاتمہ اس انتباہ پر ہے کہ:

اگر موجودہ نسل امریکی طاقت کے مقابلے میں نائن الیون واقع کر سکتی ہے تو عراق سے واپسی سے ظاہر ہونے والی امریکی کمزوری کے مقابلے پر اگلی نسل کیا کچھ کرے گی۔ ۲۰۰۱ء کے بعد بن لادن کی تنظیم کو نقصان پہنچا ہے' وہ منتشر ہوا ہے اور بہت سی جگہ اس کا کام غیر پیشہ ور نوآموزوں کے ہاتھوں میں ہے۔ لیکن اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا ہو گا کہ جڑواں ٹاوروں پر حملے کے چار سال بعد دنیا اس کے مقاصد کے لیے اتنی سازگار نظر آئے گی۔

گارڈین کا یہ تجزیہ منفرد نہیں۔ دنیا بھر کے اہل فکر و دانش اپنے اپنے انداز میں یہی بات کہہ رہے ہیں لیکن اگر کسی کے کان پر جوں نہیں رینگتی تو وہ صدر بش' ٹونی بلیر اور خود ہمارے جنرل پرویز مشرف ہیں جو ایک ہی راگ الاپ رہے ہیں۔ یہ سب ایک ہاری ہوئی جنگ میں اپنے اپنے ملکوں کو جھونکے ہوئے ہیں۔ جرنیل صاحب نے اُمت مسلمہ ہی نہیں' پوری دنیا کے عوام کو چھوڑ کر

جنگ کی آگ بھڑکانے والے بش اور بلیر کا ساتھ اختیار کیا ہے اور پاکستان اور اس کی افواج کو بھی اس جنگ میں زخم خوردہ کر رہے ہیں۔ امریکا سے ہم کو نہ کچھ حاصل ہوا ہے اور نہ ہو سکتا ہے۔ لیکن ہم اس جنگ کی آگ میں آگے ہی بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔

افغانستان جس سے ہمارے بہترین تعلقات تھے' آج اس میں ہمارے خلاف ہر سطح پر لاوا پک رہا ہے۔ ہماری سرحدیں غیرمحفوظ ہوگئی ہیں اور ہم جھنجھلا کر باڑ لگانے کی باتیں کر رہے ہیں ___ وہ راستہ جو اسرائیل نے فلسطین میں اور بھارت نے کشمیر میں اختیار کیا ہے اور ناکام ہیں۔ ہماری فوجیں وزیرستان میں اپنے ہی بھائیوں سے لڑ رہی ہیں اور گذشتہ سال کے آپریشن میں ۲۸۰ سے زیادہ ہمارے فوجی جان دے چکے ہیں اور ۶۰۰ زخمی ہیں' جب کہ مقابلہ کرنے والوں میں سے بھی ۴۰۰ کے قریب ہلاک ہوئے ہیں اور امن اب بھی عنقا ہے بلکہ کور کمانڈر اور گورنر بھانت بھانت کی بولی بول رہے ہیں۔

بنیادی بات یہ ہے کہ دہشت گردی کے خلاف یہ نام نہاد جنگ ایک مبنی برظلم کارروائی ہے' یہ صرف امریکی استعمار کا کھیل ہے جس میں ہم اپنے' اُمت مسلمہ کے اور پوری دنیا کے عوام سے کٹ کر صرف امریکی نیوکون (new-con)' وہاں کے صہیونیوں اور ان کے مقاصد کو پورا کرنے والی موجودہ امریکی قیادت کا دم چھلا بن گئے ہیں۔ افسوس ہم کو خود امریکی عوام کے جذبات اور احساسات کا بھی ادراک نہیں جو بش کی اس جنگ گردی کے خلاف نوحہ کناں ہیں۔ امریکی عوام کے جذبات کا اندازہ کرنے کے لیے امریکا کی نامور شاعرہ شارون اولڈز (Sharon Olds) کا وہ خط پڑھنے سے تعلّق رکھتا ہے جو اس نے واشنگٹن کے مشہور زمانہ National Book Festival میں' جو ۲۴ ستمبر ۲۰۰۵ء کو واشنگٹن میں منعقد ہوا تھا' شرکت نہ کرنے کے اسباب بیان کرتے ہوئے لیڈی لارابش اور صدر بش کو لکھا ہے اور جس کا متن امریکی جریدہ *The Nation* نے شائع کیا ہے۔

شارون اولڈز کو اس اہم تقریب میں خطاب کرنا تھا اور فرسٹ لیڈی کی دعوت پر عشائیے میں شرکت کرنی تھی لیکن اس نے اس بنا پر انکار کر دیا کہ اسے ان ہاتھوں سے مصافحہ کرنا ہوگا جو عراق کے خلاف جنگ میں ہلاک ہونے والے معصوم انسانوں کے خون سے آلودہ ہیں۔ وہی ہاتھ جنھیں چومنے کے لیے ہمارے حکمران بے چین ہیں۔

امریکا کی ایک معزز شاعرہ اور ادیبہ وہ بات کہہ رہی ہے جو مسلمان حکمرانوں اور دانش وروں کو کہنی چاہیے تھی اور اقوام متحدہ کے ایوانوں کو اس کی گونج سے بھر جانا چاہیے تھا۔ لیکن مسلم ممالک پر قابض حکمران صدر بش سے مصافحہ کرنے کو سعادت سمجھتے ہیں اور خود اپنے لوگوں کے خلاف اس نام نہاد جنگ میں ان کے سپاہی بننے پر فخر محسوس کرتے ہیں۔ ہماری نگاہ میں جنرل پرویز مشرف کے دورۂ امریکا کا سب سے افسوس ناک پہلو اس نام نہاد دہشت کی جنگ کے دلدل میں پاکستان کو پھنسانا اور مزید پھنسانے کے لیے آمادگی کا اظہار ہے۔ حالانکہ یہ موقع اس جنگ کا پردہ چاک کرنے اور اس کے خلاف عالمی راے عامہ اور مسلم ممالک اور آزادی پسند اقوام کی قیادتوں کو منظم اور متحرک کرنا تھا۔ اگر ہم نے یہ کردار ادا کیا ہوتا تو اقوام متحدہ کا نقشہ بدلنے لگتا اور عالمی حالات کسی دوسرے ہی رخ پر مڑنے لگتے لیکن ہم تو دوسروں کے بنائے ہوئے جال میں اس بری طرح پھنس گئے ہیں کہ ؏

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

اس وقت دنیا میں ایک خاص منصوبے کے تحت اسلام اور مسلمانوں کو، اور ان کے بنیادی عقائد کو بالعموم اور جہاد، اسلامی ریاست اور اصول حکمرانی کو خصوصیت سے نشانہ بنایا جارہا ہے۔ نیز اسلامی تعلیم اور مسلمانوں کا تاریخی اور روایتی تعلیمی نظام خصوصی ہدف ہیں۔ ضرورت تھی کہ اس اسلام فوبیا کا بھرپور رد کیا جاتا اور اس کے خلاف مؤثر اور منظم آواز اٹھائی جاتی لیکن کسی کو یہ توفیق نہیں ہوئی بلکہ روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نام پر خود اسلام کی تراش خراش اور ایک معذرت خواہانہ اندازِ گفتگو اختیار کیا گیا اور ایک تاریخی موقع کو ضائع کردیا گیا۔

امریکی استعمار کی نئی رو

عالمِ انسانی کے لیے اس وقت دو مسئلے بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ ایک امریکی استعمار کی نئی رو جو سیاسی، عسکری، معاشی، تہذیبی اور نظریاتی طور پر دنیا پر امریکی اور مغربی نظریات، تصورات اور سیاسی اور عسکری بالادستی مسلط کرنے سے عبارت ہے اور جس کے بارے میں کوئی پردہ بھی نہیں رکھا جارہا۔ امریکی صدر نے صاف کہا ہے کہ ان کی لڑائی اپنی اقدار اور مغربی جمہوریت اور سرمایہ داری کو

دنیا میں پھیلانے کے لیے ہے۔ برطانوی وزیراعظم ٹونی بلیر نے ایک جملے میں پوری بات یوں ادا کی ہے جسے سائمن جنکس (Simon Jenkus) نے دی گارڈین میں (بحوالہ دی نیوز ۲۲ ستمبر ۲۰۰۵ء) میں نقل کیا ہے:

لیکن ٹونی بلیر ہمیں بتاتا ہے کہ بندوق کی نالی کے ذریعے پیش کی گئی مغربی اقدار ہی بے چارے مسلمان کو اس کے اپنے بدترین دشمن، یعنی خود اپنے آپ سے بچا سکتی ہیں۔

ٹونی بلیر کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

fighting not for territory but for values

اور ہنری کسنجر نے صاف لفظوں میں صدر بش کو مشورہ دیا ہے کہ نائن الیون ایک تاریخی موقع ہے جس کے تحت امریکا کو دنیا پر اپنا اقتدار اس طرح مستحکم کر لینا چاہیے کہ اسے مستقبل قریب میں کوئی خطرہ نہ رہے۔ یہی وہ ہدف ہے جس کے حصول کے لیے 'دہشت گردی کے خلاف جنگ' پیشگی حملے' حکومتوں کی تبدیلی کے نظریے پیش کیے گئے اور اب تازہ ترین نئے نیوکلیر ڈاکٹرائن ہے جس کے مطابق ہر اس ملک کے نیوکلیر اثاثہ جات تباہ کیے جاسکتے ہیں جن کے بارے میں امریکا کو یہ واہمہ ہے کہ وہ اس کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں یا وہ اس کے زعم میں کسی دہشت گرد گروہ کے ہاتھوں میں آسکتے ہیں۔

اس وقت امریکا کا یہ سامراجی ایجنڈا دنیا کے امن اور تمام اقوام کی آزادی اور حاکمیت کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ ان حالات میں اُمت مسلمہ کی قیادت کا فرض تھا کہ اس خطرے کو مؤثر انداز میں' دلیل کی قوت کے ساتھ بے نقاب کرے' اس کے خلاف اقوام عالم کو منظم کرے اور حکومتی اور عوامی محاذ پر وہ حالات پیدا کرے کہ اس نئے سامراج کا مقابلہ کیا جاسکے اور اس کے مقابلے میں عالمی امن کے حصول کو یقینی بنانے کے لیے اقوام متحدہ کو مضبوط کرے' اس پر پانچ ملکوں کی اجارہ داری کا خاتمہ کرانے کی تحریک کو تقویت بخشے' بین الاقوامی قانون کی بالادستی کے لیے تحریک چلانے اور دنیا میں ایک حقیقی تکثیری نظام (pluralistic order) کے قیام کی سعی کرے جس میں تمام ممالک' تمام تہذیبیں' تمام مذاہب' اور تمام اقوام عزت اور آزادی کے ساتھ باہمی تعاون اور اشتراک سے زندگی گزار سکیں۔ ایران کے صدر نے اس طرف ہلکا سا اشارہ کیا لیکن جنرل پرویز

مشرف اور دوسرے مسلمان حکمرانوں کو ادنیٰ سی توفیق بھی نہیں ہوئی کہ وہ اس بنیادی عالمی مسئلے کی طرف اقوام عالم کی توجہ دلانے اور عالمی راے عامہ کو مسخر کرنے کی کوشش کریں۔

انصاف کا فقدان

عالم انسانیت کا دوسرا بڑا مسئلہ عالمی سطح پر انصاف کا فقدان اور دولت اور اقتدار کی ایسی ناہمواریاں ہیں جن کے نتیجے میں دنیا کی آبادی کا تین چوتھائی عزت کی زندگی سے محروم ہے۔ امریکا کی آبادی دنیا کی آبادی کے ۶ فی صد سے بھی کم ہے مگر دولت کا ۲۵ فی صد اور توانائی کا ۳۰ فی صد اس کے قبضے میں ہے۔ امیر ملکوں میں قائم ۵۰۰ ملٹی نیشنل کارپوریشنیں' دنیا کی تجارت کے ۷۰ فی صد پر قابض ہیں اور ان میں ایسی کمپنیاں بھی ہیں جن میں سے ایک ایک کی دولت دنیا کے ۴۰/۵۰ ملکوں کی دولت سے زیادہ ہے۔ افریقہ کے ممالک کا حال یہ ہے کہ آج ان کی فی کس آمدنی اس سے بھی کم ہے جو ۱۹۷۰ء میں تھی' جب نئے معاشی عالمی نظام کی آواز بلند ہوئی۔ ان ۴۰ برسوں میں وہ ۱۹۷۰ء سے بھی خراب حالات میں ہیں۔ دنیا کے امیر ملکوں نے بین الاقوامی تجارت پر ایسے بند باندھ رکھے ہیں کہ امریکا اور یورپ کی منڈیوں تک غریب ممالک کی برآمدات کی رسائی ممکن نہیں' جب کہ ان کی اپنی منڈیاں ان ممالک کی چراگاہ بنی ہوئی ہیں۔

ستم ہے کہ آج دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ اسی غربت کا شکار ہے کہ اس کے رہنے والوں کو ایک ڈالر یومیہ بھی میسر نہیں' جب کہ یورپ میں ہر گائے کے لیے سرکاری خزانہ سے دو ڈالر یومیہ کی سبسڈی دی جاتی ہے اور اس لیے دی جاتی ہے کہ دوسرے ممالک سے سستا دودھ' مکھن' گھی نہ منگوانا پڑے۔ امیر ممالک بیرونی امداد کے نام پر سالانہ ۵۰ ارب ڈالر دیتے ہیں' جب کہ اپنے ملکوں کی زراعت کو ترقی پذیر ملکوں کی زرعی مصنوعات سے بچانے کے لیے ۳۶۰ ارب ڈالر سالانہ سبسڈی دیتے ہیں اور غریب ملکوں سے آنے والی زرعی مصنوعات کا راستہ روکتے ہیں۔ دنیا میں جنگ کے کاروبار کو گرم رکھنے کے لیے سالانہ خرچ اب ایک ہزار ارب ڈالر کو چھو رہا ہے اور اس میں سے امریکا کا حصہ ۴۰ فی صد سے زیادہ ہے لیکن غربت کو ختم کرنے' روزگار کے مواقع فراہم کرنے اور زندگی کی سہولتیں فراہم کرنے کے لیے وسائل فراہم کرنے کی کوئی فکر نہیں۔ جس نام نہاد دوسرے

ہزاریے (millenium) کے ترقیاتی پروگرام کا آغاز پانچ سال پہلے ہوا تھا اس کا حشر یہ ہے کہ اس کے اہداف کا ایک چوتھائی بھی پورا نہیں ہوسکا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر خود امریکا نے آج تک لفظی حد تک بھی اپنی اس ذمہ داری کو قبول نہیں کیا ہے کہ اپنی قومی دولت کا ۰ء۷ فی صد ہر سال ترقی پذیر ملکوں کی معاشی ترقی کے لیے فراہم کرے گا۔

یہ ہیں وہ بنیادی مسائل جن کی طرف اقوام متحدہ کے اس ۶۱ ویں اجلاس میں غور ہونا تھا مگر اسے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ ان کے ساتھ مسلم دنیا کے سلگتے ہوئے مسائل میں فلسطینیوں کا مسئلہ ہے جس کے بارے میں نہ صرف یہ کہ کوئی مؤثر آواز نہیں اٹھائی گئی بلکہ اُلٹا اسرائیل اور شارون کو غزہ کی پٹی سے انخلا کے ڈرامے کی بنیاد پر شاباش دی جارہی ہے۔ ہم اس سے تعلقات بحال کرنے کے لیے بے چین ہیں اور سمجھ رہے ہیں کہ یہودی لابی کے قدموں میں گرنے سے ہمیں کوئی مراعات حاصل ہوجائیں گی۔

کشمیر کا مسئلہ اُمت مسلمہ کا دوسرا بڑا مسئلہ ہے۔ لیکن اس کو بھی جس کمزور انداز میں اٹھایا گیا اور جہادِ آزادی کو دہشت گردی قرار دینے کی بھارتی کوشش کا کوئی مؤثر جواب تک نہیں دیا گیا بلکہ ہر طرح کی دہشت گردی ختم کرنے کا وعدہ کر ڈالا گیا جو تحریکِ مزاحمت کی کمر توڑنے کے مترادف ہے۔ بھارت کے وزیراعظم سے ملاقات کی بڑی دھوم تھی مگر چار گھنٹے کی ملاقات میں کیا حاصل ہوا ___ وہی ڈھاک کے تین پات! وہی سرحدوں میں تبدیلی نہ کرنے کا اعلان! وہی سرحد پار دہشت گردی کی رٹ! وہی مزید مذاکرات کی نوید!

شیشان کا مسئلہ بھی کسی طرح کم اہم نہیں۔ اسی طرح فلپائن اور تھائی لینڈ کے مسلمانوں کے مسائل ہیں، لیکن کسی مسلمان حکمران کو ان مسائل کو اٹھانے اور ان علاقوں پر بیرونی قبضے، حکومتی ظلم و تشدد، حق خود ارادیت کی تحریکات کو کچلنے اور انسانی حقوق کو بے دردی سے پامال کرنے کے خلاف آواز اٹھانے کی توفیق نہیں ہوئی۔

صدر بش سے تین توقعات

جنرل پرویز مشرف نے دعویٰ تو کیا تھا مسلمان اُمت کے مقدمہ کو پیش کرنے کا لیکن وہ

صرف صدر بش کے ایجنڈے پر عمل کرتے رہے اور ان کی ساری توقعات صدر بش کے ذریعے کچھ حاصل کرنے کی تھیں مگر عملاً صدر بش نے سفید جھنڈی دکھا دی جو امریکا کا پرانا وطیرہ ہے۔

جنرل صاحب اور ان کی پوری ٹیم نے صدر بش سے تین توقعات کا اظہار کیا تھا، یعنی:

۱- بھارت کو جو اسلحہ فراہم کیا جا رہا ہے اور خصوصیت سے ایٹمی ٹکنالوجی کے میدان میں جو معاہدہ کیا گیا ہے اور جو تازہ ترین ٹکنالوجی نئے معاہدے کے تحت دی جارہی ہے، پاکستان کو بھی کم از کم وہی سہولت دی جائے اور مساوی معاملہ کیا جائے۔ امریکا نے صاف انکار کر دیا ہے کہ بھارت کا معاملہ خاص ہے، پاکستان کو اشک شوئی کے لیے کچھ پرانا اسلحہ دیا جاسکتا ہے مگر جو تعاون نیوکلیئر ٹکنالوجی کے سلسلے میں کیا جا تا رہا ہے اس کو پاکستان کو دینے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲- دوسری درخواست صدر بش سے یہ کی گئی تھی کہ کشمیر کے معاملے میں کچھ پیش رفت کرانے میں مدد دیں اور خاص طور پر بھارتی فوج میں کچھ کمی اور کم از کم دو چھوٹے سے علاقوں سے فوج کی واپسی کے لیے کچھ دباؤ بھارت پر ڈالا جائے۔ لیکن بھارت نے صاف انکار کر دیا اور اس کے برعکس من موہن سنگھ نے صدر بش سے کہا کہ پاکستان سے اب بھی سرحدی دراندازیاں ہو رہی ہیں اور ان کو رکوایا جائے اور ہمارے جرنیل صاحب بغلیں بجاتے رہ گئے۔

۳- تیسری درخواست فلسطین کے پیش پا افتادہ روڈمیپ کی بحالی کے بارے میں تھی۔ لیکن یہاں بھی صدر بش نے کوئی گھاس نہ ڈالی بلکہ محض غزہ کی پٹی سے فوجوں کی جزوی اور نام نہاد واپسی ہی کو بہت بڑا کارنامہ قرار دیا اور سارا زور غزہ اور غرب اُردن کے علاقے میں حماس کا زور توڑنے کے مطالبات پر صرف کر ڈالا۔

یہ ہیں ہماری خارجہ پالیسی کی فتوحات! سب سے بڑھ کر ذلت اور فوجی غیرت کے منافی جنرل صاحب کا آخری دورہ تھا جس میں تاریخ میں پہلی مرتبہ ایک سربراہ مملکت فلوریڈا میں امریکی فوج کے ایک علاقائی نظام سنٹرل کمانڈ (Centcom) کے دفتر میں بہ نفس نفیس اس کے کمانڈر ابوزید کے دربار میں حاضری دینے کے لیے گیا۔ جنرل پرویز مشرف چیف آف اسٹاف کی حیثیت سے بھی سنٹرل کمانڈر کے کمانڈر سے اونچا درجہ رکھتے ہیں چہ جائیکہ صدر مملکت کی حیثیت سے لیکن قومی وقار اور ہر protocol کے تمام آداب کو بالاے طاق رکھ کر جرنیل صاحب سنٹرل کمانڈ کے

کمانڈر سے ملنے نیویارک سے فلوریڈا گئے اور دربار میں حاضری دینے کو اپنے لیے وجہِ عزت و افتخار قرار دیا۔ اس سے زیادہ قومی عزت کی پامالی کا کیا تصور کیا جاسکتا ہے۔

جنرل پرویز مشرف کا امریکا کا یہ دورہ ہماری تاریخ کا ایک سیاہ باب ہے۔ خدا کرے کہ یہ اس سلسلے کا آخری باب ہو۔

قومی احتساب کی ضرورت

بات ختم کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ اس امر کی نشان دہی بھی کردی جائے کہ یہ ساری ناکامیاں' رسوائیاں اور ہزیمتیں اس لیے ہمارا مقدر ہوگئی ہیں کہ ہمارے ملک میں فیصلہ کرنے کا سارا اختیار فردِ واحد کے ہاتھوں میں مرکوز ہے۔ سارے ادارے عملاً معطل ہیں اور مشاورت اور اجتماعی فیصلہ سازی کا کوئی نظام موجود نہیں اور ایک شخص قرونِ وسطیٰ کے بادشاہوں کی طرح I am the state کے فلسفے پر عمل پیرا ہے۔ کابینہ' پارلیمنٹ' سیاسی جماعتیں' عوام سب غیر متعلق ہوگئے ہیں۔ قومی احتساب کا کوئی نظام موجود نہیں۔ حالات اس وقت تک تبدیل نہیں ہوسکتے جب تک اس بنیادی مسئلے کا فوری اور مؤثر حل نہیں کیا جاتا۔ یہ وقت کی اوّلین ضرورت ہے اور اصلاح احوال کے لیے پہلی شرط کی حیثیت رکھتی ہے۔ تمام سیاسی اور دینی قوتوں کو ہر دوسرے معاملے (consideration) سے بلند ہوکر اس مسئلے کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ وہ افراد جو آج حکومتی پارٹی سے منسلک ہیں' ان کو بھی غور کرنا چاہیے کہ وہ ملک کو کس سمت میں دھکیل رہے ہیں اور خود اپنی اور اپنی آنے والی نسلوں کو کس عذاب میں مبتلا کرنے میں شریک ہیں۔ ہم سب کو ایک دن اللہ کو جواب دینا ہے کہ اس نے جو امانت پاکستان کی شکل میں ہمارے سپرد کی تھی' ہم نے اس سے کیا معاملہ کیا۔ تاریخ تو اپنا فیصلہ دے گی ہی' مگر ہم میں سے ہر ایک کو اپنی آخرت کے نقطۂ نظر سے بھی اپنا احتساب کرنا چاہیے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ برحق پر سنجیدگی سے عمل کرنا چاہیے کہ حاسبوا قبل ان تحاسبوا ، ''خود اپنا احتساب کرلو قبل اس کے کہ تمھارا احتساب کیا جائے''۔

تہجد اور تربیت نفس ☆

سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ ○ قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا ○ نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا ○ اَوْ زِدْ عَلَيْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ○ (المزمل ۷۳:۱-۴)

اے اُوڑھ لپیٹ کر سونے والے‘ رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر کم‘ آدھی رات‘ یا اس سے کچھ کم کرلو‘ یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو‘ اور قرآن کو خوب ٹھیر ٹھیر کر پڑھو۔

یہ ابتدائی دور کی سورتوں میں سے ہے۔ دوسرا رکوع خاص طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ طیبہ کا ہے‘ جو آخر میں نازل ہوا۔ پہلا رکوع ابتدائی دور کا ہے جس زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت فرمائی جارہی تھی۔ لیکن ایسے ابتدائی دور کا نہیں ہے کہ کفار سے کش مکش شروع نہ ہوئی ہو۔ ایک وہ دور تھا کہ جب کفار سے کش مکش شروع نہیں ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علانیہ تبلیغ نہیں فرماتے تھے‘ بلکہ الگ الگ لوگوں سے فرداً فرداً مل کر بات کر کے فضیلت اور معنی بتاتے تھے۔ اس زمانے میں کش مکش میں شدت اختیار نہیں ہوئی تھی۔

جب آپؐ نے علانیہ تبلیغ کرنا شروع کی‘ اس زمانے میں کش مکش شروع ہوئی۔ اس کش مکش کے زمانے میں اس بات کی ضرورت تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کی

☆ تفہیم القرآن کی اشاعت کے بعد‘ سید مودودیؒ کے دروس قرآن کو تحریر کرنے کی عموماً ضرورت محسوس نہیں کی گئی‘ لیکن درس کا اپنا انداز اور نکات ہیں۔ متعدد درس محفوظ ہیں۔ ایک پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

جائے۔ اس کارِ عظیم کے لیے آپؐ کو تیار کیا جائے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسے پیارے انداز سے حضورؐ کو خطاب کیا: یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ۔

عربی زبان میں اوڑھ لپٹ کر بیٹھ جانے یا لیٹ جانے کو مزمل کہتے ہیں۔ یٰٓاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ کہہ کر خطاب کرنے کے دو مفہوم ہو سکتے ہیں۔ ایک مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ اے شخص جو اطمینان سے پاؤں پھیلائے پڑا ہے' اب تیرے اُوپر بہت بڑے کام کا بار ہے۔ دوسرا مفہوم یہ ہو سکتا ہے کہ اے شخص جو بہت غمگین اور اُداس ہے' اُٹھ کر یہ کام کر۔ گویا ایک آدمی جس کے اُوپر کارِ عظیم کا بار ڈال دیا گیا ہے وہ اب پریشان ہے کہ میں اس بار کو کیسے اٹھاؤں اور یہ فریضۂ عظیم کیسے انجام دوں؟ اس پریشانی میں آپؐ لیٹے تھے' یا آپؐ آرام فرما رہے تھے اور اللہ تعالیٰ نے خطاب کیا کہ میاں اَب تمھارے آرام کرنے کا زمانہ گیا' اَب تمھارے اُوپر ایک عظیم الشان کام کا بار ہے۔ اُٹھو اور اَب یہ مشقت کرو۔

اس کے بعد فرمایا کہ:

قُمِ الَّیْلَ اِلَّا قَلِیْلًا o نِّصْفَهٗٓ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِیْلًا o اَوْ زِدْ عَلَیْهِ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا o اِنَّا سَنُلْقِیْ عَلَیْكَ قَوْلًا ثَقِیْلًا o (۷۳:۲-۵)

رات کو نماز میں کھڑے رہا کرو مگر کم' آدھی رات' یا اس سے کچھ کم کر لو' یا اس سے کچھ زیادہ بڑھا دو' اور قرآن کو خوب ٹھیر ٹھیر کر پڑھو۔ ہم تم پر ایک بھاری کلام نازل کرنے والے ہیں۔

آدھی آدھی رات کھڑے رہو سے مراد تہجد کی نماز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بتایا گیا کہ وہ بارِ عظیم جو تمھارے اُوپر ڈالا گیا ہے اس کو سنبھالنے کے لیے تمھیں جس طاقت کی ضرورت ہے وہ اس تہجد کی نماز سے حاصل ہوگی۔ یہ وہ چیز ہے جو تمھیں تیار کرے گی۔ اس لیے حکم دیا گیا کہ آدھی آدھی رات کھڑے رہو یا آدھی رات سے کچھ کم یا آدھی رات سے کچھ زیادہ۔

رسولؐ اللہ کا تہجد میں یہ طریقہ رہا کہ جب تک آپؐ کے جسم میں کافی طاقت تھی اُس وقت آپؐ بغیر درمیان میں بیٹھے ہوئے آٹھ رکعتیں مسلسل پڑھتے تھے۔ اس کے بعد بیٹھ کر آدھا تشہد پڑھتے تھے' پھر کھڑے ہو کر ایک رکعت اُس میں اضافہ فرماتے تھے' اور نویں رکعت پڑھنے کے

بعد آپؐ پھر بیٹھ کر پورا تشہد پڑھ کر سلام پھیرتے تھے۔ پھر دو رکعتیں اور پڑھتے تھے۔ اس طرح کہ ۱۱ رکعتیں آپؐ تہجد میں پڑھتے تھے۔ آپؐ کی ہر رکعت طویل ہوتی تھی کیونکہ قرآنِ مجید میں آپؐ کو ترتیل کا سبق دیا گیا ہے۔

ترتیل سے مراد یہ ہے کہ آہستہ آہستہ قرآن مجید کی ایک ایک آیت کو آپؐ بڑے غور سے پڑھا کریں۔ یہاں تک بھی آتا ہے کہ' مثلاً اگر کوئی عذاب کی آیت آگئی ہے تو آپؐ اس کے اُوپر ٹھیر گئے اور اللہ سے استغفار کیا اور رحم کی درخواست کی۔ کوئی غور و فکر کی دعوت دینے والی آیت آئی تو اس کے اُوپر ٹھیر گئے اور غور و فکر کیا۔ اس طرح آپؐ کی جو تلاوت ہوتی تھی وہ اس نوعیت کی نہیں ہوتی تھی کہ جیسے ہم آج کرتے ہیں' رواں دواں پڑھتے چلے جا رہے ہیں' بلکہ ٹھیر ٹھیر کر' ایک ایک آیت کے اُوپر' ایک ایک لفظ کے اُوپر غور کرتے اور پڑھتے تھے۔ یہ ایسے ہی ہے کہ جیسا مضمون آتا ہے اس کے مطابق اس کے جواب میں بات کرتے ہیں۔ اس طرح سے آپؐ کی ۱۱ رکعتوں میں کئی گھنٹے گزر جاتے تھے۔ بعد میں جب آپؐ کے اندر طاقت کم ہوگئی تو آپؐ نے دو رکعتیں کم کر دیں' یعنی جب بڑھاپا آگیا تو آپؐ نے نو رکعتیں پڑھنا شروع کر دیں۔

یہاں یہ ہدایت دی گئی ہے کہ تم نماز ٹھیر ٹھیر کر پڑھو' آدھی رات یا آدھی رات سے کچھ کم یا آدھی رات سے کچھ زیادہ۔ اور قرآن مجید کو ترتیل کے ساتھ پڑھو' یعنی آہستہ آہستہ ایک ایک لفظ کو ادا کرو۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر آہستہ آہستہ قرآن پڑھتے تھے کہ اگر کوئی چاہتا تو ایک ایک حرف کو گن سکتا تھا۔ اتنا آہستہ پڑھتے تھے آپؐ۔ کہا گیا کہ ایک بڑے بھاری کلام کا بوجھ تمھارے اُوپر ڈالا گیا ہے۔ اس کو سنبھالنے کے لیے یہ تربیت درکار ہے کہ تم رات کو تہجد پڑھو۔

اب یہ بھاری کلام ایسا تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُوپر اس کا نزول ہوتا تھا تو آپؐ فرماتے ہیں کہ مجھے ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے میری جان نکل جائے گی۔ ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ میرے زانو پر زانو رکھ کر بیٹھے ہوئے تھے کہ اس حالت میں وحی آئی تو مجھے محسوس ہوا کہ جیسے میرا زانو ٹوٹ جائے گا۔ ایک اور روایت میں یہ آتا ہے کہ آپؐ ایک اونٹنی پر سوار تھے کہ اس حالت میں آپؐ کے اُوپر قرآنِ مجید کا نزول شروع ہوا تو اونٹنی بوجھ کے مارے بیٹھ گئی

اور تڑپنے لگی۔ یہ نزول وحی کی کیفیت ہوتی تھی۔ اس لیے فرمایا کہ یہ بھاری کلام جو تمھارے اُوپر نازل کیا جا رہا ہے' اس کو سہارنے کے لیے تمھارے اندر جس روحانی قوت کی ضرورت ہے وہ اس چیز کے ساتھ آئے گی۔

بھاری کلام وہ اِس لحاظ سے بھی ہے کہ یہ ایک ایسا کلام تھا کہ اس کے نازل ہونے کے بعد ساری دنیا سے آپؐ کی لڑائی ہوگئی اور وہ دشمنی کے لیے کھڑی ہوگئی۔ آپؐ قرآن کے نزول کے وقت سے لے کر آخری سانس تک عمر بھر کی ایک جدوجہد میں مشغول رہے۔ ہر طرف جاہلیت کا دور دورہ تھا۔ گردوپیش کی تمام طاقتیں سب کی سب آپؐ کے اُوپر ٹوٹ پڑیں۔ گویا یہ ایک بھاری کلام تھا جو اپنے ساتھ بڑی بھاری ذمہ داریاں لے کر آیا تھا۔ ان کو نبھانے کے لیے جس طاقت کی ضرورت تھی اس کے لیے تہجد پڑھنے کی تاکید فرمائی گئی۔

اب مزید وجہ بتائی جاتی ہے کہ یہ تہجد کی نماز تمھارے لیے کیوں ضروری ہے۔

اِنَّ نَاشِئَةَ الَّیْلِ هِیَ اَشَدُّ وَطْاً وَّاَقْوَمُ قِیْلًا ○ (۷۳:۶)

درحقیقت رات کا اٹھنا نفس پر قابو پانے کے لیے بہت کارگر اور قرآن ٹھیک پڑھنے کے لیے زیادہ موزوں ہے۔

راتوں کو اُٹھنا یہ بہت زیادہ مؤثر ہے اس بارے میں کہ دل اور زبان کے درمیان موافقت پیدا ہو جائے۔ اس لیے جو آدمی اپنی نیند توڑ کر رات کو اُٹھتا ہے' بالکل اپنی خلوت میں' جہاں کوئی دیکھنے والا نہیں ہے' اُٹھ کر نماز پڑھتا ہے' اور اپنے خدا سے دیر تک خطاب کرتا رہتا ہے' تو یہ بغیر خلوص کے ممکن نہیں۔ جب تک آدمی بالکل مخلص نہ ہو جائے' جب تک اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا انتہائی مخلصانہ تعلق نہ ہو' اس وقت تک یہ کام ممکن نہیں ہے۔ آدمی باجماعت نماز میں اور پانچ وقت کی نماز میں ریاکاری کرسکتا ہے' نمایش کی خاطر کرسکتا ہے' اس غرض کے لیے کرسکتا ہے کہ میرا شمار صالحین میں کیا جائے اور میرا لوگوں کے اندر اثر قائم ہو جائے۔ لیکن تہجد کی نماز جو رات کو اُٹھ کر پڑھی جائے' بغیر اخلاص کے ممکن نہیں۔

اس لیے فرمایا کہ یہ راتوں کو اُٹھنا اس بارے میں سب سے زیادہ مؤثر ہے کہ آدمی کے دل اور اُس کی زبان کے درمیان مطابقت پیدا ہو۔ آدمی کا ظاہر اور باطن یکساں ہو جائے۔ اگر ایک

آدمی یہ عمل کرتا ہے اور اس کے بعد کھڑے ہو کر اللہ کے راستے کی طرف لوگوں کو دعوت دے گا' ظاہر بات ہے کہ یہ اخلاص کی بنیاد پر ہوگا۔ کیونکہ وہ روز اخلاص کی تربیت (training) لے رہا ہے۔ اگر اللہ کے ساتھ اس کا تعلق اخلاص کے ساتھ نہ ہو تو وہ رات کو کیسے اُٹھے۔ رات کو اُٹھ کر وہ اللہ تعالیٰ سے مخلصانہ تعلق کو روز تازہ کرتا رہتا ہے' اس لیے اِس بات کا کوئی امکان باقی نہیں رہتا کہ وہ اللہ کے راستے میں دعوت دینے کے لیے ریاکاری کرے یا اپنی کسی ذاتی غرض کے لیے' کسی اپنے دنیوی مقصد کی خاطر یہ کام کرے۔ اس طرح آدمی کا ظاہر اور باطن یکساں ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس کے قول اور عمل میں مطابقت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے۔ اس کی نیت درست ہوتی چلی جاتی ہے۔

وَّاَقْوَمُ قِيْلًا

اور آدمی کے قول کو زیادہ راست کر دینے والا ہے۔

دوسرے الفاظ میں اس حالت میں جو آدمی دعوت الی اللہ کا کام کرے گا تو وہ کامل راست بازی کے ساتھ کرے گا۔ اس آدمی میں کمال درجے کی راست بازی پیدا ہو جائے گی' جو رات کو اُٹھ کر اپنے آپ کو اخلاص کی ٹریننگ دیتا ہے۔

اِنَّ لَكَ فِى النَّهَارِ سَبْحًا طَوِيْلًا ۝ (۷۳:۷)

دن کے اوقات میں تو تمھارے لیے بہت مصروفیات ہیں۔

یہ ممکن ہے کہ دن کے وقت تمھیں اس طرح کی خلوت کی نماز کا موقع مل جاتا۔ یہ بھی آدمی کر سکتا ہے کہ دن کو اپنے حجرے کے دروازے بند کرے اور دروازے بند کر کے خاموشی کے ساتھ نماز پڑھتا رہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ دن کو تمھارے لیے ایک دوسری مشغولیت ہے جو تمھارا پورا پورا دن لے لینے والی ہے' یعنی تبلیغ کی' دعوت کی' اللہ کے راستے کی طرف بلانے کی۔ لہٰذا تم رات کو ٹریننگ لو اور دن کو پورا وقت اس کام پر صرف کرو کہ اللہ کے راستے کی طرف لوگوں کو بلاؤ۔ تمھارا دن کا وقت اس ٹریننگ کے لیے نہیں ہے۔

وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا ۝ (۷۳:۸)

اپنے رب کے نام کا ذکر کیا کرو اور سب سے کٹ کر اُسی کے ہو رہو۔

تبتل اس بات کو کہتے ہیں کہ آدمی سب سے اپنا تعلق توڑ کر ایک طرف کا ہو جائے۔

حضرت فاطمہؓ کے لیے بتول کا لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اپنے سارے تعلقات ختم کرو' ایک اللہ کے ساتھ اپنا تعلق جوڑو۔ اس کے بعد اَب جو خلق کے ساتھ تعلق ہوگا وہ اللہ کے واسطے سے ہوگا' براہِ راست نہیں ہوگا۔ بیوی سے تعلق ہے تو اللہ کی خاطر ہے' اولاد سے تعلق ہے تو اللہ کی خاطر ہے' دوستوں سے تعلق ہے تو اللہ کی خاطر ہے' محلے والوں سے تعلق ہے تو اللہ کی خاطر ہے' حتیٰ کہ دشمنوں سے جو تعلق ہے تو وہ بھی اللہ کی خاطر ہے۔ اگر محبت ہے تو اللہ کے لیے اور دشمنی ہے تو اللہ کے لیے۔ کسی قسم کی کوئی ذاتی آلایش اس کے ساتھ نہیں ہے۔ یہ معنی ہیں تبتل کے۔

اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ آدمی سب کچھ چھوڑ کر گوشہ نشین ہو جائے۔ تبتـــل اس چیز کا نام نہیں ہے کہ آدمی تارک الدنیا ہو کر جنگل میں جا بیٹھے یا پہاڑوں پر چڑھ جائے۔ تبتـــل اس کا نام ہے کہ آدمی اِسی معاشرے میں رہے' انھی لوگوں میں رہ کر کام کرے' اپنی روزی کمائے' دنیا کے تمام تعلقات رکھے' اور ان تعلقات کو رکھتے ہوئے سب سے کٹ کر اللہ کا ہو جائے۔ یہ بہت بڑا کام ہے آدمی کے لیے۔ تارکِ الدنیا ہو کر' بے نیاز ہو کر جنگل میں بیٹھ جانا بڑا آسان ہے۔ لیکن معاشرے کے اندر رہتے ہوئے پھر تبتـــل کرنا' یہ بہت عظیم الشان کام ہے۔ یہ ہر ایک کے بس کا نہیں ہے۔ اس چیز کی تعلیم اسلام کے سوا کسی اور مذہب میں نہیں ہے۔

دوسرے مذاہب نے جو کچھ سکھایا وہ یہ ہے کہ اگر خدا کے ہونا چاہتے ہو تو خلق سے تعلق توڑو اور جا کر پہاڑوں کے پہلو میں بیٹھ جاؤ۔ جنگلوں میں بیٹھ جاؤ اور وہاں بیٹھ کر تپسیا کرو۔ اسلام نے یہ سکھایا ہے کہ نہیں' تمھارا کام جنگلوں میں نہیں ہے' تمھارا کام انسانوں کے درمیان ہے۔ تم یہاں انسانوں سے تمام تعلقات رکھ کر سارے معاملات چلا سکتے ہو' جس طرح سے کوئی دنیادار چلا سکتا ہے۔ اس لیے اس کے ساتھ تبتـل اختیار کرو' سب سے کٹ کر اسی کے ہو جاؤ۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ (۹:۷۳)

وہ مشرق و مغرب کا مالک ہے' اُس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔ لہٰذا اُسی کو اپنا وکیل بنالو۔

وکیل اُس شخص کو کہتے ہیں کہ جس کے اُوپر اعتماد کر کے آپ اپنے معاملات اس کے حوالے

کر دیتے ہیں۔ ہم اپنی زبان میں بھی وکیل اس شخص کو کہتے ہیں جس پر ہم یہ اعتماد کرتے ہیں کہ ہمارا مقدمہ یہ خود لڑے گا۔ اپنا مقدمہ اس کے حوالے کر کے آپ مطمئن ہو جاتے ہیں کہ ہمارے سر سے یہ بلاٹل جائے گی۔ یہاں اسی معنی میں وکیل کا لفظ استعمال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا وکیل بنالو' جب کہ تم نے اتنا بڑا جھگڑا دنیا میں چھیڑ دیا کہ شرک کے خلاف تم تبلیغ کرنے کھڑے ہو گئے' تمام معبُودوں کی تم نے تردید کردی' تمام جاہلانہ رسموں کی تم مخالفت کرتے ہو' غرض یہ کہ دنیا میں جو کچھ خدا کے قانون کے خلاف ہو رہا ہے' اُن سب سے تم نے اعلانِ جنگ کر دیا ہے۔ اب یہ جنگ مول لینے کے بعد اگر تم اپنی طاقت پر بھروسا کرو تو اس سے بڑی کوئی نادانی نہیں ہو سکتی کہ آدمی دنیا بھر سے جھگڑا مول لے رہا ہو اور بھروسا اس کا اپنی طاقت پر ہو۔ اسی طرح کسی دوسری انسانی طاقت کے بل بوتے پر یا کسی دوسرے بندے کی طاقت کے بل بوتے پر اگر یہ جھگڑا مول لے گا تو تب بھی نادانی کرے گا۔ اس لیے کہ کوئی ایسا طاقت ور نہیں ہے کہ آدمی کو تمام دنیا سے جو اس نے لڑائی مول لے رکھی ہے اور ہر میدان میں لے رکھی ہے ـــــ عقیدے کے میدان میں بھی اور عمل کے میدان میں بھی' معاشرت' سیاست' تمدن اور معیشت غرض ہر چیز کے میدان میں ـــــ اس انسان کا ساتھ دے اور اسے کامیاب کرے۔ کون سی جماعت ایسی ہو سکتی ہے جو اتنی طاقت ور ہو کہ جو اس دنیا بھر سے لڑائی میں اُس کے ساتھ ہو اور مقابلہ کر سکے۔ اس وجہ سے فرمایا کہ جو رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ہے' جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے' اس کو اپنا وکیل بناؤ۔ پھر یہ لڑائی مول لو اور اس کے اُوپر بھروسا کرو کہ وہ تمھارا خالق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کھڑے ہوئے تو بالکل اکیلے تھے۔ دنیا بھر میں ایک ہی کی اقلیت سے یہ کام شروع ہوا ہے۔ ایک بندۂ خدا تمام دنیا کے مقابلے میں کھڑا ہو گیا' اور اس کے لیے تیار ہو گیا کہ کوئی نہیں مانے گا تب بھی میں یہ کام کروں گا اور اگر کوئی ساتھ نہیں دے گا تب بھی میں یہ کام کروں گا۔ مجھے ہر حال میں یہ کام کرنا ہے۔ یہ ہمت انسان کے اندر اس کے بغیر پیدا ہی نہیں ہو سکتی کہ اس کا خدا پر بھروسا نہ ہو۔ اپنی طاقت کے بل بوتے پر آدمی یہ کام نہیں کر سکتا۔ کسی بندے کی' کسی انسان کی یا کسی غیر انسان کی طاقت کے بل بوتے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ اسی لیے فرمایا کہ جو مشرق اور مغرب کا مالک ہے اسی پر بھروسا کرو۔

مشرق و مغرب سے مراد محض مشرق اور مغرب نہیں ہے۔ جب ہم کہتے ہیں کہ مشرق اور مغرب کا مالک تو ہماری مراد ساری دنیا کا مالک ہے۔ کیونکہ ساری دنیا مشرق اور مغرب کے درمیان میں ہے۔ لہٰذا جو ساری دنیا کا مالک ہے اور جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے' اسی پر بھروسا کرنا چاہیے۔

جس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے کا مطلب صرف یہ نہیں ہے کہ اس کے سوا کوئی پرستش کے قابل نہیں ہے۔ ظاہر بات ہے کہ اگر اس کے سوا کوئی پرستش کرنے کے قابل نہیں ہے تو اِس وجہ سے نہیں ہے کہ کسی کے ہاتھ میں کوئی اختیارات نہیں ہیں۔ انسان کبھی اتنا بے وقوف نہیں رہا ہے کہ کسی کی پرستش بغیر یہ سمجھے ہوئے کرے کہ اس کے اختیارات میں کچھ نہیں ہے۔ اگر کوئی آدمی یہ سمجھے کہ کسی کے اختیار میں کچھ نہیں ہے تو کبھی اُس کی پرستش نہیں کرتا۔ اگر کوئی شخص کسی کے متعلق یہ سمجھتا ہو کہ بیمار ہو گیا ہوں تو کوئی مجھے اچھا کرنے والا نہیں ہے' اگر اولاد نہیں ہے تو کوئی مجھے اولاد دینے والا نہیں ہے' اگر روزگار نہیں ہے تو مجھے روزگار دلوانے والا نہیں ہے' تو ظاہر بات ہے کہ اس کی پرستش کیسے کرنے جائے گا۔ پرستش تب کرنے جائے گا جب یہ سمجھ کر جائے گا کہ مجھے بیماری سے تندرست کرنے والا یہ ہے' رزق دینے والا یہ ہے' مجھے روزگار دلوانے والا یہ ہے' مجھے اولاد دلوانے والا یہ ہے' دنیا میں کامیابیاں دلوانے والا یہ ہے' یا آخرت میں نجات دلوانے والا یہ ہے۔ اسی لیے فرمایا کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے' اور اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے علاوہ کسی کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہے۔ اس کے علاوہ کسی کے ہاتھ میں کوئی اختیارات نہیں ہیں۔ چونکہ سارے اختیارات کا مالک وہ ہے' مشرق و مغرب کا مالک وہ ہے' اِس وجہ سے اِس کو اپنا وکیل بناؤ' یعنی اسی کے سپرد اپنے سارے معاملات کر دو۔

وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِیْلًا ۝ (۷۳:۱۰)

اور جو باتیں لوگ بنا رہے ہیں ان پر صبر کرو اور شرافت کے ساتھ اُن سے الگ ہو جاؤ۔

ھجرِ جمیل کی ایک صورت تو یہ ہے کہ کسی نے آپ کو گالی دی' آپ یہ سمجھ کر کہ میں بے بس ہوں' کمزور ہوں' مقابلہ کیا کروں' غم کا گھونٹ پی کر اور خوب اچھی طرح دل میں رو کر' آپ خاموش ہو گئے۔ اس کا نام ھجرِ جمیل نہیں ہے۔ اس کا نام بے بسی ہے۔ ھجرِ جمیل یہ ہے کہ ایک آدمی اِتنا شریف ہو کہ اگر کوئی اُس کو گالی دے تو وہ اس کی ذرا برابر پروا نہ کرے اور اس

گالی کے باوجود اس کے دل میں نیت یہی رہے کہ موقع ملے گا تو اس کو درست کرنے کی کوشش کروں گا۔ اِس وقت یہ غصے میں ہے، اس وقت اس سے مخاطب ہونے کی ضرورت نہیں ہے، کوئی اور وقت آئے گا تو اس کی اصلاح کے لیے کوشش کروں گا۔ اس غرض کے لیے اس کو اس کے حال پر چھوڑ دینا، یہ ھجرِ جمیل ہے۔ اس کے خلاف دل میں میل تک نہ آئے، اس کے خلاف دل میں کوئی غصہ اور کوئی نفرت پیدا نہ ہو۔ یہ سمجھے کہ جیسے ایک بیمار تھا جس نے غصے اور تکلیف کی حالت میں مجھے گالی دے دی۔ فرض کیجیے کہ کوئی بیمار ہو اور بیماری کے دورے کی حالت میں طبیب کو گالی دے تو کوئی عقل مند طبیب غصے میں نہیں آئے گا اور اس سے نفرت پیدا نہیں ہوگی۔ وہ یہ خیال نہیں کرے گا کہ کم بخت نے گالی دی ہے، اچھا! موقع ملے گا تو اسے زہر دے کر مار دوں گا۔ اسے کبھی یہ خیال نہیں آئے گا۔ اگر اس کو کوئی خیال آئے گا تو یہ کہ اس پر سخت دورہ ہے اور وہ اس کے اور زیادہ علاج کی فکر کرے گا۔ لہٰذا ھجرِ جمیل اس چیز کا نام ہے کہ آدمی کے دل میں کوئی غصہ اور کوئی نفرت پیدا نہ ہو۔ اس کے بجاے وہ کمالِ شرافت اور کمالِ خیر خواہی کی بنیاد پر اس کو نظرانداز کر دے۔

وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ (جو کچھ باتیں یہ لوگ بناتے ہیں، ان پر صبر کرو)، یہ الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ یہ اس زمانے کی نازل شدہ سورہ ہے جب لوگوں نے آپؐ کے اُوپر باتیں بنانا شروع کر دی تھیں۔ قرآنِ مجید کے نزول کا زمانہ سمجھنے کے لیے خود قرآن میں کوئی اندرونی شہادت ایسی موجود ہوتی ہے جو یہ بتا دیتی ہے کہ یہ کس دور کی نازل شدہ ہے۔ یہاں یہ الفاظ خود بتا رہے ہیں کہ یہ اس زمانے میں نازل ہوئی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُوپر طرح طرح کی باتیں بنائی جانے لگی تھیں۔ کوئی گالیاں دے رہا تھا، کوئی اعتراضات کر رہا تھا، کوئی الزامات اور بہتان چسپاں کر رہا تھا، کوئی طرح طرح سے نبی پاکؐ کے خلاف لوگوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا پھرتا تھا، کوئی طرح طرح کی تہمتیں جوڑ کر لوگوں کو بدگمان کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی لیے تو فرمایا گیا کہ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ ، جو کچھ باتیں یہ لوگ بناتے ہیں، اُن کے اُوپر صبر کرو۔

صبر کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدمی اپنے گھر بیٹھ جائے۔ صبر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ کام کیے جاؤ جس کی وجہ سے یہ باتیں کر رہے ہیں اور پھر کسی سے جھگڑا مت کرو۔ کسی سے

مت اُلجھو۔ جو باتیں وہ بناتے ہیں اُن کو نظرانداز کر دو اور اپنا کام کیے جاؤ۔ صبر کے معنی محض برداشت کر لینے بھی نہیں ہیں۔ صبر کے معنی یہ ہیں کہ جو کام آپ کو کرنا ہے وہ کام آپ کیے جائیں اور اس کے اُوپر آپ ٹھیریں نہیں۔ صبر کے آخری معنی اپنے آپ کو روک لینے اور ٹھیرانے کے ہیں۔ گویا اس کام کے اُوپر ڈٹے رہو، اس کے اُوپر جمے رہو، اور وہ سب باتیں برداشت کرو جو یہ لوگ آپ کے اُوپر بناتے ہیں۔

یہاں پھر آپ دیکھیے کہ تہجد کے ذریعے نبی پاکؐ کی تربیت کا جو انتظام کیا گیا تھا، اس میں ایک چیز تو یہ پیشِ نظر تھی کہ کامل اخلاص پیدا ہو جائے اور کلام میں راست بازی پیدا ہو جائے اور آدمی کا ظاہر و باطن یکساں ہو جائے۔ دوسری مصلحت یہ بیان کی گئی کہ تمھارے اُوپر ایک ثقیل کلام کا بار ڈالا جانے والا ہے، بہت بھاری کلام کا بار ڈالا جانے والا ہے، اس کو سہارنے کی طاقت تمھارے اندر اس سے پیدا ہوگی۔ تیسری جو ضرورت تھی وہ یہ تھی کہ تمھارے اُوپر جو باتیں چھاپی جا رہی ہیں اس کے لیے صبرِ جمیل کی جو ضرورت ہے، یہ طاقت تمھارے اندر تہجد کی نماز سے پیدا ہوگی۔ تہجد کی نماز تمھارے اندر یہ صلاحیت اور یہ طاقت پیدا کرے گی کہ تمھیں گالیاں دی جا رہی ہیں، تمھارے اُوپر الزامات کی بوچھاڑ کی جا رہی ہے، لیکن تم صبر کے ساتھ اپنا وہ کام کیے جاؤ جو تمھارے سپرد کیا گیا ہے۔ دل میں میل نہیں آتا، دل کے اندر کوئی غصہ اور کوئی نفرت پیدا نہیں ہوتی اور اس کے ساتھ آدمی اصلاحِ قلب کے لیے برابر کام کیے چلا جاتا ہے۔ یہ طاقت اس کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی کہ آدمی اخلاص الی اللہ اور اخلاص فی الدین اپنے اندر پیدا کرے۔ یہ چیز بھی تہجد کی نماز سے پیدا ہوتی ہے۔

وَذَرْنِیْ وَالْمُکَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَۃِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا ○ (۷۳:۱۱)

اِن جھٹلانے والے خوش حال لوگوں سے نمٹنے کا کام تم مجھ پر چھوڑ دو اور انھیں ذرا کچھ دیر اِسی حالت پر رہنے دو۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا معاملہ میرے سپرد کر دو میں ان سے نمٹ لوں گا۔ فرمایا: اس کو وکیل بنا لو، اور فرمایا کہ تم صبر جمیل کرو اور ان کو باتیں کرنے دو، اس کے بعد فرمایا کہ ان کو چھوڑ دو، میں ان سے نمٹ لوں گا، اِن کا معاملہ میرے حوالے کرو۔ گویا تم میرے بھروسے کے اُوپر اپنا کام

کیے چلے جاؤ اور اطمینان رکھو کہ میں ان سے نمٹ لوں گا، تمھیں فکر کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

مکذبین کی صفت یہ بیان کی کہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کو ہم نے نعمت دی۔ بجاے اس کے کہ ان کے اندر کوئی شکرگزاری کا جذبہ پیدا ہوتا اور وہ اپنے خدا کے سامنے جھکنے والے ہوجاتے، ان کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ یہ بھول گئے ہیں، نمک حرام بن گئے ہیں اور اپنے رب کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے ہیں۔ لہٰذا جو اس طرح سے کھاتے پیتے لوگ ہیں اور نعمتیں پانے کی وجہ سے جھٹلا رہے ہیں اِن کو اور مجھے چھوڑ دو، میں ان سے نمٹ لوں گا۔

ذرا مہلت دے دو کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تم اپنے پاس سے ان کو کوئی مہلت دو، بلکہ مراد یہ ہے کہ ذرا انتظار کرو اس بات کا کہ ان کے ساتھ میں کیا معاملہ کرتا ہوں۔ اس کا دوسرا مطلب یہ ہے کہ بے چین مت ہو کہ اِن کو جلدی سزا دے دی جائے۔ بسااوقات آدمی پریشان ہوجاتا ہے، جب دیکھتا ہے کہ چہارسو بندوں پر ظلم ڈھایا جا رہا ہے، خدا کے بندوں کو ستایا جا رہا ہے محض اس لیے کہ خدا کے دین کا کام کرنے والے ہیں۔ پھانسیوں پر ان کو چڑھایا جاتا ہے، جیلوں میں ان کو ٹھونسا جاتا ہے، طرح طرح کی مار ان کو دی جاتی ہے، مگر اس ظالم کا کچھ نہیں بگڑ رہا، تو بڑا بڑا نیک آدمی، بڑا بڑا خداپرست آدمی، بڑا بڑا صابر آدمی بھی ایک مرتبہ تو پریشان ہوجاتا ہے کہ یااللہ یہ کیا معاملہ ہے؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟ حضرت موسٰیؑ تک نے یہ کہہ دیا کہ یااللہ فرعون کو برابر نعمتیں ملی چلی جا رہی ہیں، اس کا زور بڑھتا ہی چلا جا رہا ہے، اس کو دنیا کی زینتیں دی چلی جا رہی ہیں، حالانکہ یہ دنیا پر ظلم ڈھا رہا ہے۔ چونکہ اس طرح کی صورتِ حال کو دیکھ کر انسان بے صبرا ہوجاتا ہے تو فرمایا کہ مَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا، ذرا اِن کو مہلت تو دو تم، بے چین مت ہو اس بات کے لیے کہ یہ ظلم ڈھا رہا ہے تو جلدی سے اس کو ختم کردیا جائے۔ اب اس مہلت میں جو اللہ تعالیٰ دیتا ہے، بے شمار مصلحتیں ہوتی ہیں جن کو کوئی نہیں جانتا۔

اب دیکھیے، مثال کے طور اگر اس ابتدائی زمانے میں، جب لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم ڈھا رہے تھے اور آپؐ کے خلاف طرح طرح کا جھوٹا پروپیگنڈا کر رہے تھے، اگر اسی زمانے میں عذاب نازل ہوجاتا تو یہ خالد بن ولید کہاں سے آتے؟ یہ بڑے بڑے مجاہدین جو اُسی شہر سے پیدا ہوئے ہیں، وہ کہاں سے آتے اگر اسی وقت عذاب نازل کردیا جاتا؟ اگر مسلمانوں نے تمام

ظلم وستم کے مقابلے میں صبر نہ دکھایا ہوتا' اس کے مقابلے میں ڈٹے نہ رہتے' ہر قسم کی تکلیف کا مقابلہ نہ کرتے' خداپرستی پر قائم نہ رہتے تو ان کے اندر وہ زبردست روحانی طاقت کہاں سے پیدا ہوتی جس سے انھوں نے دنیا بھر کو فتح کیا۔ وہ عزم کیسے پیدا ہوسکتا تھا؟ اسی طرح سے اگر کفار کو ظلم کا موقع نہ دیا جاتا اور مسلمانوں کو اس کے مقابلے میں صبر اور صبرِ جمیل کا موقع نہ دیا جاتا تو سارا عرب کیسے قائل ہوجاتا کہ یہ گروہ واقعی دنیا کا نہایت نیک گروہ ہے' اور سارا عرب کیسے اس کا حامی ہوتا چلا جاتا؟ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی بے شمار مصلحتیں ہوتی ہیں کہ جس کی وجہ سے وہ کسی گروہ کو جو ظالم ہے' دنیا میں برائی پھیلانے والا ہے' اس کو مہلت دیتا ہے۔ لیکن ان مصلحتوں کو آدمی سمجھ نہیں سکتا۔ جس وقت وہ کام ہو رہا ہوتا ہے اُس وقت آدمی کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ آگے چل کر اس سے کیا خیر پیدا ہونے والی ہے؟ آدمی یہ سمجھتا ہے کہ یہ تو شر ہی شر ہو رہا ہے۔ حالانکہ شر اس کائنات میں جہاں کہیں بھی ہے' کسی خیر کی خاطر ہے' بجائے خود شر کی خاطر نہیں۔

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا ٥ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا ٥ يَوْمَ تَرْجُفُ الْاَرْضُ وَالْجِبَالُ وَكَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيْبًا مَّهِيْلًا ٥ (۷۳:۱۲-۱۴)

ہمارے پاس (ان کے لیے) بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی ہوئی آگ اور حلق میں پھنسنے والا کھانا اور دردناک عذاب۔ یہ اُس دن ہوگا جب زمین اور پہاڑ لرز اُٹھیں گے اور پہاڑوں کا حال ایسا ہوجائے گا جیسے ریت کے ڈھیر ہیں جو بکھرے جارہے ہیں۔

یعنی وہ سزا جس کے لیے ہم کہہ رہے ہیں وہ سزا ہمارے پاس تیار ہے۔ ایسا ہوجائے گا جیسے ریت کے ڈھیر ہیں جو بکھرے جارہے ہیں۔ ایسے مواقعوں پر بالعموم قرآن مجید نے دنیوی عذاب کا کہیں ذکر ہی نہیں کیا ہے۔ کثرت سے ایسے مقامات ہیں کہ جہاں ظالموں کے ظلم کے مقابلے میں صبر کا مشورہ دیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ عالمِ آخرت میں اِن کے لیے ہمارے ہاں یہ سزا موجود ہے۔ بعض مقامات پر دنیوی عذاب کی دھمکی دی گئی ہے' بعض مواقع پر خبر دی گئی ہے کہ ان کے اُوپر اب دنیا میں عذاب ہوگا' لیکن ایسے مواقع کم ہیں۔ زیادہ تر مواقع وہ ہیں کہ جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ اِن ظالموں کے ظلم پر صبر کرو اور اِن کے لیے آخرت میں قیامت کے روز ہمارے ہاں یہ سزا تیار ہے۔

اِس کی مصلحت پر غور کیجیے کہ یہ بات کہی کیوں گئی ہے؟ یہ بات اس لیے کہی گئی ہے کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر ظالم کے اُوپر اس دنیا ہی میں عذاب آجائے۔ تاریخ بھی بتاتی ہے' یہ انسانی مشاہدہ بھی ہے کہ ہر ظالم پر دنیا میں ہمیشہ عذاب نہیں آسکتا۔ اگر دنیا میں کسی ظالم قوم پر کبھی عذاب آیا بھی ہے تو اُن لوگوں پر آیا ہے جو اس وقت موجود تھے۔ اس گھڑی سے ایک منٹ پہلے جو آدمی مر چکا تھا اُس پر کبھی کوئی عذاب نہیں آیا۔ اس لیے اصل عذاب وہ ہے جو ظالموں کو آخرت ہی میں دیا جائے۔

دوسری مصلحت اس میں یہ ہے کہ آدمی اس غرض کے لیے بیٹھ کر بے چین نہ ہو کہ جو لوگ ہم پر ظلم کر رہے ہیں' اُن پر دنیا میں عذاب آئے گا۔ اور اس بھروسے کے اُوپر کہ دنیا میں اُن پر عذاب آئے گا' ان کو مہلت نہ دیں اور صبر نہ کریں اور نہ یہ ہی سمجھیں کہ یہ جیتے جی ساری عمر بھی ظلم کرتے رہے تو تب بھی کچھ نہیں بگڑتا' آخرکار آخرت میں ان کی شامت آنی ہے۔ مسلمان کو جس صبر کی تلقین کی گئی ہے اس میں نیکی کا اُجر بھی اصل وہ ہے جو آخرت میں ملے گا نہ کہ وہ جو دنیا میں ملے گا۔ اتنا صبر مسلمان میں ہونا چاہیے کہ عمر بھر وہ نیکی کرتا رہے' چاہے اُس نیکی کا نتیجہ اُس کے حق میں اِس دنیا میں' عمر بھر برا نکلتا رہے' اُس نیکی کی وجہ سے عمر بھر ستایا جاتا رہے' عمر قید اس کو دے دی جائے یا کوئی بھی ظلم وستم اُس کے اُوپر کیا جائے' تب بھی وہ اس یقین کے اُوپر صبر کر سکے کہ بہرحال آخرت میں میرا اجر یقینی ہے۔ جب تک کوئی شخص آخرت تک کے لیے صبر کرنے پر تیار نہ ہو' وہ اس دین کے راستے پر نہیں چل سکتا۔

اسی طرح سے ظالموں کو سزا دینے کے معاملے میں بھی قرآن جس چیز کا اطمینان دلاتا ہے وہ یہ ہے کہ چاہے اس دنیا میں وہ پھلتے پھولتے رہیں' مگر آخرت میں اُن کی شامت آکر رہے گی۔ بہت سے ظالم ایسے ہیں کہ جو مرتے وقت تک ظلم کرتے رہتے ہیں' مثلاً اسٹالن آخر وقت تک اس کا اعتبار قائم رہا اور مرتے مرتے وہ ڈکٹیٹر بنا رہا' اور مرتے مرتے وہ خلقِ خدا پر ظلم ڈھاتا رہا' اس دنیا میں اس کی کوئی شامت نہیں آئی۔ اگر کوئی شخص اسی دنیا کے اُوپر انحصار کرنے والا ہو اور آخرت کا قائل نہ ہو تو وہ یہ سمجھے گا کہ یہ سارا نظامِ کائنات ظلم کے لیے بنا ہے کہ ایک شخص عمر بھر ظلم کرتا رہا اور مزے سے ٹانگیں پھیلا کر مر گیا' اور اس بات کی کوئی سزا اُسے دنیا میں نہیں ملی۔ دنیا کو ایک

عادل خدا کی مملکت ہونے کا یقین اُسی آدمی کو ہوسکتا ہے جس کو یہ یقین ہو کہ اس دنیا سے اگر ظالم گزر بھی گیا تو آخرت میں اُس کی شامت آنی ہے۔ لہٰذا ایک مسلمان کو یہاں جو صبر کی تلقین کی گئی ہے، یہ وہ صبر ہے کہ جو دنیا کے اندر آخرت تک انتظار کرسکتا ہو۔ دنیا کے لیے بے چین نہ ہو کہ دنیا ہی میں اس کو اجر بھی مل جائے اور دنیا ہی میں ظالم کو بھی سزا مل جائے۔

(کیسٹ سے تدوین: امجد عباسی)

خط و کتابت کرتے ہوئے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجیے۔ ادارہ

ہم قرآن پر کیسے عمل کریں؟

سمیّہ رمضان/ ترجمہ: ظہیرالدین بھٹی

قرآن کے درس دیے جاتے ہیں اور عمل کی دعوت دی جاتی ہے۔ ایک برادر مسلم ملک میں خواتین کے حلقہ درس نے یہ پروگرام بنایا کہ بات دعوت تک نہ رہے' بلکہ ہم اپنی روزمرہ زندگی میں اپنے مسائل قرآن کے ذریعے حل کریں۔ محترمہ سمیّہ رمضان کی زیرِ نگرانی یہ حلقہ قائم تھا۔ شرکاے درس ہر ہفتے ایک آیت کو حفظ کرتے' اسے بار بار پڑھتے' اس پر عمل کی کوشش کرتے اور اگلے ہفتے کی مجلس میں اپنی روداد سناتے۔ شرکا کی دل چسپی بڑھی' تعداد بھی بڑھی۔ جب گھروں میں خواتین نے عمل کیا تو برکات و ثمرات مردوں تک بھی پہنچے۔ یہ درس ایک مسجد میں ہوتا تھا (عرب دنیا میں مسجد کے ساتھ خواتین کے لیے تعمیر کردہ حصہ نمایشی نہیں ہوتا' آباد ہوتا ہے)۔ حاضری اتنی بڑھی کہ مسجد کے ذمہ داران کو عمارت میں توسیع کرنا پڑی۔ محترمہ سمیّہ رمضان نے اس کی روداد کویت کے رسالے المجتمع میں قسط وار شائع کرنا شروع کی' تاکہ ہر کوئی قرآن پر عمل کی اس تحریک میں شامل ہوجائے۔ اس کی ایک قسط یہاں پیش کی جارہی ہے۔ (ادارہ)

قرآن مجید تو عمل ہی کے لیے اُترا ہے۔ قرآن کی رہنمائی میں سفرِ زندگی طے کرنا دراصل دنیا میں جنت بسانا ہے۔ قرآن مجید پر عمل کرنے سے کتنے زخم مندمل ہوئے' کتنی جدائیاں ختم ہوئیں' کتنے گھر تباہ ہوتے ہوتے سلامتی کے گھر بنے۔ یہ سب کچھ قرآن کریم پر عمل کرنے کی برکت ہے۔ قرآنی رہنمائی سے انفرادی اصلاح کس طرح ہوتی ہے۔ اس سلسلے میں ایک بہن کا اپنا تجربہ اُسی کے الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے:

مجھے رات دیر تک جاگتے رہنے کی عادت تھی۔ جب مؤذن نماز فجر کے لیے اذان دیتا تو میں غافل و لاپروا سوئی رہتی۔ اللہ کے فرشتے مجھے نمازیوں میں نہ پاتے۔ اس مبارک وقت میں، مَیں اور میرے گھر والے شیطان کی گرفت میں ہوتے تھے، ہم سب گہری نیند سوتے۔ بیدار ہونے کے بعد مجھے سارا دن اس کا قلق رہتا۔ میں نے کئی بار صبح سویرے نماز کے لیے اٹھنے کا فیصلہ کیا مگر اس فیصلے نے کبھی عملی صورت اختیار نہ کی۔ ہر بار ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب محترمہ بہن سمیّہ رمضان کی زیرِنگرانی ابھی ان کے درسِ قرآن اور قرآنی آیات پر عمل کے تجربے کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ جب مجھے معلوم ہوا کہ محترمہ سمیّہ نے بہت سی بہنوں کے مسائل حل کردیے ہیں تو میں نے بھی اپنا مسئلہ حل کرنے کا پختہ ارادہ کرلیا۔ ان سے مشورہ کیا تو انھوں نے مجھے ذیل کے ارشادِالٰہی کو بار بار دہرانے کی تاکید کی:

الَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ○ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ○ (الشعرا ۲۶: ۲۱۸-۲۱۹) جو تمھیں اس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم اٹھتے ہو، اور سجدہ گزار لوگوں میں تمھاری نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے۔

چنانچہ میں اس نورانی ارشاد کو بار بار دہراتی رہتی اور میں نے کوشش کی کہ یہ ارشادِ مبارک جس طرح میری زبان پر جاری ہے اسی طرح دل میں بھی پیوست ہوجائے۔

بالآخر وہ وقت آگیا، فیصلہ کن وقت، آیت کے مطابق حرکت کرنے کا لمحہ، اُدھر مؤذن نے اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر کے کلمات ادا کیے، اِدھر میں نے اپنے بستر پر کروٹیں بدلنا شروع کردیں۔ میں مؤذن کی آواز پر لبیک کہنے سے ہچکچا رہی تھی، شیطان میرے لیے نیند کو خوش گوار بنا کر پیش کر رہا تھا اور نماز کے معاملے کو میری نظر میں معمولی بنا کر دکھا رہا تھا۔ اُدھر مؤذن کے کلمات مجھے یہ حقیقت یاد دلا رہے تھے کہ میں مسلمان ہوں۔ مؤذن کہہ رہا تھا: اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ ، اب مؤذن میرے رسولِ محترم کا ذکر کر رہا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میرے تعلّق کو وہ بیان کر رہا تھا، اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ ۔ اب تو مجھے مؤذن نماز کے لیے بلا رہا تھا، حیّ علی الصلاۃ ، حیّ علی الصلاۃ ۔ مؤذن مجھے بتا رہا تھا کہ فلاح و کامیابی نماز ادا کرنے میں ہے حیّ علی الفلاح ۔ مؤذن کے یہ الفاظ اور قرآن کی اس آیت کے کلمات اور جس آیت کو بار بار

پڑھنے اور عمل کرنے کا مجھے مشورہ دیا گیا تھا ___ مجھے نماز کے لیے پکار رہے تھے۔ پھر اذان اور آیت کے کلمات میرے دل میں پیوست ہوتے چلے گئے۔ اب نیند میری آنکھوں سے ڈھل چکی تھی۔ میں نے اللہ رحمٰن کو اپنے قریب محسوس کیا اور اس احساس کے بیدار ہوتے ہی میں یکدم اٹھ کر بیٹھ گئی۔ میں نے اپنے کپڑے سنبھالے' بڑی شدت سے احساس ہوا کہ میں کمرے میں تنہا نہیں ہوں۔ یہاں کوئی اور بھی ہے۔ وہی جو میری شاہ رگ سے بھی زیادہ میرے قریب ہے۔ اُس کے قرب کا احساس ہوا تو میں وضو کے لیے لپکی۔ نماز فجر ادا کرنے کے لیے اپنے خالق و مالک کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ یہی وہ نماز تھی جس کے پڑھنے کی مجھے بے حد حسرت رہی' کتنی بار ارادے باندھے اور توڑے۔ میری آنکھیں آنسوؤں سے لبریز تھیں اور نماز کے بعد میرے ہونٹوں پر یہ الفاظ تھے: اللہ کا شکر ہے' وہ ذات ہر قسم کے عیب و نقص سے پاک ہے جس نے مجھے' میرے مرنے سے پہلے اس نماز کی توفیق دی اور یوں مجھ پر بڑا کرم کیا۔ اللہ نے مجھ پر چار نہیں پانچ نمازیں فرض کی تھیں مگر میں اپنی سُستی و کاہلی کے سبب صرف چار نمازیں ہی ادا کرتی رہی۔ میں نے رو رو کر اللہ سے اپنے اس گناہ کی معافی مانگی اور بارگاہِ الٰہی میں دعا کی کہ وہ مجھے آخری عمر تک اسی طرح پانچوں نمازیں بروقت ادا کرنے کی توفیق دے۔

توبہ واستغفار کے بعد میں پُرسکون ہوکر بیٹھ گئی تو میرے سامنے میری زندگی کی فلم چلنے لگی۔ میں چشمِ تصور سے اپنی گزری ہوئی زندگی کے مناظر دیکھ رہی تھی۔ میں ایک عام سی لڑکی تھی' جس کی زندگی کا کوئی واضح ہدف نہ تھا۔ میں زندگی کو کولھو کے بیل کی مانند گزار رہی تھی۔ بالآخر میری شادی ہوگئی۔ مجھے اپنے شوہر کے خیالات وافکار سے کوئی دل چسپی نہ تھی۔ مجھے تو اس کی پوزیشن اور مال و دولت سے غرض تھی۔ اُسے بھی نماز روزے سے کوئی غرض نہ تھی۔ صرف دنیا کی گھما گھمی سے سروکار تھا۔ زندگی کی گاڑی یونہی چلتی رہی۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں خوب صورت بچے بھی عطا کیے۔ مجھے اپنے بچوں سے بس یہ تعلق تھا کہ وہ کیا کھاتے ہیں؟ کیا پہنتے ہیں؟ اسکول جاتے ہیں؟ پڑھائی کیسی ہو رہی ہے؟ ہوم ورک کیسے ہو رہا ہے؟۔ لیکن میں نے اپنے بچوں سے کبھی بھول کر بھی نہ پوچھا کہ انھوں نے نماز پڑھی یا نہیں؟ انھوں نے کتنا قرآن شریف حفظ کرلیا ہے؟ کیا وہ انبیاے کرامؑ کے حالات سے واقف ہیں؟ انھیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں کتنا کچھ پتا

ہے؟ مجھے بچوں کے ان معاملات میں قطعاً دلچسپی نہ تھی بلکہ میں تو دیر تک ان کے ساتھ ٹیلی وژن کے سامنے بیٹھی رہتی اور ڈراموں اور فلموں کے مختلف پارٹ سمجھنے میں ان کی مدد کرتی۔

میں نماز پڑھ کے بیٹھی تھی' اور گذشتہ زندگی کے بیتے ہوئے شب و روز کی یہ فلم میرے ذہن کی اسکرین پر چل رہی تھی کہ میں یکا یک اپنے خاوند کے خراٹوں سے چونک پڑی۔ مناظر دھندلا گئے۔ میرا رفیقِ زندگی خوابِ خرگوش کے مزے لے رہا تھا۔ میں نے چاہا کہ اُسے جگاؤں' اُسے نماز کے لیے بیدار کروں اور اپنا قصہ بھی سناؤں۔ میں نے اُسے اُس کا نام لے کر نہیں جگایا' جیسا کہ میرا معمول تھا بلکہ میں نے آج اس کے کندھوں پر جھک کر قدرے بلند آواز سے یہ آیت پڑھی: الَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۝ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۝ (جو تمھیں اس وقت دیکھ رہا ہے جب تم اٹھتے ہو اور سجدہ گزار لوگوں میں تمھاری نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے)۔ یہ آیت سن کر میرا خاوند اُٹھا' وضو کیا' نماز پڑھی اور پھر آ کر میرے پاس بیٹھ گیا۔ کہنے لگا: آج کی صبح کتنی مبارک اور کس قدر حسین ہے کہ آج مجھے تم سے قرآن سننے کا موقع ملا' میں اسے اپنی بڑی خوش قسمتی سمجھتا ہوں۔ میں نے کہا: خوش قسمتی تو میری ہے کہ میں نے آج مؤذن کی اذان پر بیدار ہو کر قرآن کی آیت پر عمل کیا ہے' خوش قسمت تو میں ہوں کہ میں نے آج تمھیں پہلی بار نمازِ فجر پڑھتے دیکھا ہے۔ یہ سن کر میرے شوہر کا دل نورِ ایمان سے جگمگا اُٹھا۔ اُس نے کہا: میں تمھیں ایک عجیب واقعہ سناتا ہوں۔

کل گھر واپس آتے ہوئے میں اپنی گاڑی میں نصب ریڈیو کی سوئی گھما رہا تھا کہ وہ سوئی قرآن چینل پر آ کر رک گئی۔ میں نے چاہا کہ اس اسٹیشن سے سوئی کو ہٹا دوں مگر میں ایسا نہ کر سکا کیونکہ ٹریفک پولیس نے مجھے گاڑی روکنے کے لیے اشارہ کیا تھا۔ گاڑی جب دوبارہ چلائی تو قرآن چینل سے اللہ تعالیٰ مجھ سے مخاطب تھا۔ جی ہاں' مجھ سے ہی مخاطب تھا' مجھے اُس وقت یہی احساس ہوا کہ اللہ مجھ سے خطاب کر رہا ہے۔ تم جانتی ہو کہ میرا رب مجھ سے کیا کہہ رہا تھا:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدْرِہٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِیّٰتٌ ۢ بِیَمِیْنِہٖ ؕ سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ (الزمر ۳۹:۶۷) ان لوگوں نے اللہ کی قدر ہی نہ کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق ہے۔ اس کی قدرتِ کاملہ کا حال تو یہ ہے کہ قیامت کے روز پوری زمین اُس کی مٹھی میں ہوگی اور

آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپیٹے ہوئے ہوں گے۔ پاک اور بالاتر ہے وہ اُس شرک سے جو یہ لوگ کرتے ہیں۔

قرآن کریم کے اس ارشاد نے میرے پورے وجود کو ہلا کے رکھ دیا۔ میں سمندر کے ساتھ ساتھ جا رہا تھا، میں نے اپنے ہاتھ کی مٹھی کو دیکھا اور پھر سمندر کی جانب دیکھا۔ اس فرق نے مجھے جھنجھوڑ کے رکھ دیا۔ یہ سمندر تو کچھ بھی نہیں، اللہ کے ہاتھ میں تو پوری زمین ہے، اللہ کس قدر بڑا ہے؟ میں نے فوراً یہ آیت یاد کرلی، مجھے محسوس ہوا گویا یہ آیت میرے دل میں ہے اور میرا دل اسی کی وجہ سے دھڑک رہا ہے۔ مجھے اپنے پورے جسم میں ایک سکون و حلاوت کا ادراک ہوا، اور میرے پروردگار کا فضل مجھ پر آج اس وقت پورا ہوا جب تم نے قرآن مجید کی آیت پڑھ کر جگایا۔ مجھے تم نے نہیں جگایا، بلکہ مجھے میرے اللہ نے جگایا ہے، نماز فجر ادا کرنے کے لیے۔

میں نے کہا: مجھے بھی میرے رب نے ہی آیت کریمہ کے ذریعے جگایا ہے۔ میرے اور تمھارے عمل سے یہ آیت زندہ و متحرک ہوئی ہے۔ میرے شوہر نے کہا: میری عمر ۴۰ سال سے زائد ہے۔ قرآن میرے گھر میں موجود ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ میں قرآن پڑھتا نہیں ہوں۔ میں پڑھتا ہوں، بہت سی سورتیں اور آیتیں حفظ بھی کرلی ہیں۔ مگر میرے اور قرآن کریم کے درمیان ایک رکاوٹ تھی۔ میں نے فوراً جواب دیا: جی ہاں، یہ رکاوٹ تھی، قرآن کے مطابق عمل نہ کرنے کی، قرآن کے مطابق حرکت نہ کرنے کی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو زمین پر چلتا پھرتا قرآن تھے۔

''ہم بھی زمین پر چلتے تھے مگر قرآن کے ساتھ نہیں''، میں نے یہ کہا اور زار و قطار رونے لگی۔ میرے خاوند کی آنکھوں میں بھی آنسو تھے، وہ یک دم کھڑا ہوگیا۔ بچوں کے کمرے کی جانب بڑھا۔ اُس نے کمرے کی بتیاں روشن کیں پھر بجھا دیں۔ چند بار ایسا کیا تو بچے نیند سے بیدار ہوگئے۔ اُس نے زور سے اللہ اکبر کہا۔ بچے حیران و پریشان تھے کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میرے رفیقِ زندگی نے بچوں سے کہا: جانتے ہو ہمیں کون ملنے آیا ہے؟ اور ہمیں اب دیکھ رہا ہے؟ اللہ تم لوگوں سے ملنے آیا ہے۔ بچوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، ان کا والد بڑی ہی میٹھی آواز میں پڑھ رہا تھا: ''جو تمھیں اس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب تم اٹھتے ہو اور سجدہ گزار لوگوں میں تمھاری نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے''۔ پھر اُس نے اعلان کیا: ''آج گھر میں نماز پڑھ لو، کل سے ان شاء اللہ مسجد میں نماز

پڑھنے جایا کریں گے''۔ میرا شوہر بچوں کو نماز پڑھتے دیکھتا رہا۔ سب نے نماز پڑھ لی تو اس کا دل مطمئن ہوا۔ پھر اس کا ذہن اس آیت کی طرف منتقل ہوا: وَكَانَ يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ مَرْضِيًّا (مریم ۱۹:۵۵) ''وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا''۔ یہ سوچتے ہی اُس نے دعا کی: ''یااللہ! مجھ سے راضی ہوجا، مجھے معاف فرما دے، مجھ پر رحم کر''۔ پھر مجھ سے کہنے لگا: آج سے تم بچوں کی نگرانی کروگی اور انھیں نماز پڑھنے کا حکم دوگی۔ میں نے کہا: یہ میری بات نہیں سنتے، انھیں نماز کا پابند بنانے میں مجھے کافی محنت کرنا پڑے گی۔ میرے خاوند نے مجھے مشورہ دیا کہ تم انھیں اس آیت سے متحرک کرو: ''وہ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیتا تھا اور اپنے رب کے نزدیک ایک پسندیدہ انسان تھا'' (مریم ۱۹:۵۵)۔ میں نے اپنے بچوں کو نماز کا پابند بنانے کا تہیہ کرلیا، میں نے ایک بڑا چارٹ لیا اور یہ آیت جلی خط میں اس پر لکھ دی۔

ہم میں سے ہر ایک اس امر کا محتاج ہے کہ وہ اپنی آنکھوں اور کانوں اور دل پر پڑے ہوئے پردوں کو ہٹا دے، دلوں پر لگی مہروں کو کھرچ کر پھینک دے۔ دلوں پر غفلت کے پڑے ہوئے پردوں کی وجہ سے ہم بلاسوچے سمجھے یونہی قرآن مجید پڑھتے رہتے ہیں۔ نہ ہم اُسے سمجھتے ہیں، نہ عمل کرتے ہیں۔ ہماری یہ دعوت صرف مسلمان عورتوں کے لیے ہی مخصوص نہیں ہے۔ ہم پوری دنیا کے مسلمانوں کو دعوت دیتے ہیں کہ آیئے! ہم قرآن کا مطالعہ روحِ محمدؐ اور ارواحِ صحابہؓ کے ساتھ کریں۔ وہی جذبہ، وہی ولولہ جو آنحضرتؐ اور صحابہ کرامؓ میں تھا، ہمارے اندر آجائے۔ ہم قرآن مجید کی تلاوت کرتے وقت یہ عہد کریں کہ یہ نورانی آیات سطور وصفحات سے نکل کر ہمارے سامنے کھڑی ہیں۔ وہ ہمیں بلا رہی ہیں، پکار رہی ہیں۔ یہ آیتیں خالق و مالک کی وحدانیت کا اعلان کر رہی ہیں۔ ہم عہد کرتے ہیں کہ قرآن جس بات کا ہمیں حکم دے گا ہم اس کی تعمیل کریں گے اور جس بات سے روکے گا اس سے رک جائیں گے۔

(شائع شدہ اقساط پر مشتمل پوری کتاب قرآن پر عمل: خواتین کا ایک منفرد تجربہ کے نام سے منشورات نے شائع کردی ہے۔)

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

(الانعام ۶:۱۵۱)

اور بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ' خواہ وہ کھلی ہوں یا چھپی

کوئی دوسروں کو جو بھی چہرہ دکھائے' وہ خود اور اس کا رب ہی بہتر جانتے ہیں کہ وہ بے حیائی کی کھلی اور چھپی باتوں کے کتنا قریب جاتا ہے' یا نہیں جاتا۔

یہ اس دور کا ایسا فتنہ ہے جو چھایا ہوا ہے' اور چھاتا چلا جا رہا ہے۔ طوفانی لہریں انسانوں کو' جوانوں کو' بوڑھوں کو' مردوں کو' عورتوں کو بہائے لیے جا رہی ہیں۔

صبح کی پہلی ساعت سے آخر شب تک —— گھر میں بیٹھیں' چلیں پھریں' بازار جائیں' اخبار پڑھیں' رسالے دیکھیں' ٹی وی کے چینل گھمائیں' دوستوں سے بات کریں —— ہر جگہ' ہر طرف مواقع ہی مواقع' امکانات ہی امکانات (یعنی اپنے کو بچانے کے!)۔

آنکھیں' کان' ہاتھ' پاؤں' سوچ' فکر' خیالات' سب قریب لے جانے میں معاون ہو سکتے ہیں' سب کی نگرانی کریں' یعنی اپنے کو دوسرے مشاغل میں ایسا مصروف کریں کہ قریب جانے کا خیال نہ آئے' شیطان آپ پر اپنا ہتھیار آزما نہ سکے۔

بے حد قابل مبارک ہیں وہ نفوس قدسہ' وہ اولیاء اللہ جو اپنے کو اس دور میں بے حیائی کی باتوں کے قریب جانے سے بچا لے جائیں۔

اس رمضان میں جہاں اور نیکیاں کریں' روزے رکھیں' نمازیں پڑھیں' تلاوت قرآن کریں' اللہ کی راہ میں بہت زیادہ خرچ کریں' حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کریں ——

اپنے اللہ کا یہ حکم بھی سنیں (اور سن کر نہ سننے والوں میں نہ ہو جائیں):

وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

(خیرخواہ)

......اسلامک پبلی کیشنز اب پیش کرتا ہے اپنی دو نئی شاہکار کتب......

رمضان المبارک کا عظیم تحفہ



(قیمت صرف -/125 روپے)

”تلخیص القرآن“

رمضان المبارک میں روزانہ نماز تراویح میں تلاوت کی جانے والی آیات کا خلاصہ

تفہیم القرآن کے مطالب و معانی کی روشنی میں

از: ڈاکٹر عبدالرحمن حنیف
پیش لفظ: حافظ محمد ادریس

آپ کے لیے......! گھر بھر کے لیے......! دوست و احباب کے لیے......!

معیاری طباعت کا حسین شاہکار

آرٹ پیپر پر، پاکٹ سائز

نماز کے معانی و مطالب کا بیش قیمت مرقع



(قیمت صرف -/10 روپے)

”نماز میں آپ کیا پڑھتے ہیں“

از سید ابوالاعلیٰ مودودی

نیکیوں کے موسم بہار رمضان المبارک میں نئی نسل کی تعلیم و تربیت کے لیے نہایت سستا کتابچہ

ہیڈ آفس

اسلامک پبلی کیشنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ ۔ ۳۔ کورٹ سٹریٹ لوئر مال، لاہور پاکستان

Tel: +92-42-7248676, 7320961, Fax: +92-42-7214974

E-mails: islamicpak@hotmail.com , islamicpak@yahoo.com

Website: www.islamicpak.com.pk

۴۰ مختصر مسنون دعائیں

اُسامہ مراد

جب رمضان المبارک کا مہینہ آتا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ بدل جاتا' نمازوں میں اضافہ ہوجاتا اور دعا میں بہت عاجزی فرماتے اور خوف بہت غالب ہوجاتا۔

ایک حدیث میں ہے کہ 'خدا رمضان میں عرش اٹھانے والے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنی عبادت چھوڑ دو اور روزہ رکھنے والوں کی دعاؤں پر آمین کہو'۔ (آدابِ زندگی' ص ۱۰۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ افطار کے وقت روزہ دار جو دعا مانگے اس کی دعا قبول کی جاتی ہے' رد نہیں کی جاتی۔ (ایضاً' ص ۱۰۳)

نیکیوں کا موسم بہار' ماہِ رمضان المبارک ایک مرتبہ پھر ہماری زندگی میں خوش قسمتی سے رحمتوں' مغفرتوں اور جہنّم سے نجات کا مژدہ لیے آپہنچا ہے۔

دعا کی ضرورت' اہمیّت اور افادیت سے ہم سب بخوبی آگاہ ہیں۔ گذشتہ دنوں مولانا اشرف علی تھانویؒ کی دعاؤں پر مشتمل ایک کتاب مُناجاتِ مقبول جس کا ترجمہ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ نے کیا ہے' زیرِ مطالعہ رہی۔ اس میں سے کچھ چھوٹی چھوٹی دعائیں جو بہت اچھی لگیں' پیشِ خدمت ہیں۔ ان کا یاد کرنا اور یاد رکھنا اور ان کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا آسان ہے' نیز اپنے الفاظ اور مضمون میں بہت تاثیر کی حامل ہیں۔

۱۔ اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَالَّذِیْ تَقُوْلُ وَخَیْرًا مِّمَّا نَقُوْلُ ' اے اللہ! تیرے واسطے سب تعریف ہے جیسی کہ تو خود فرماتا ہے اور اس سے کہیں بڑھ کر جو ہم بیان کرتے

ہیں'۔ (عن علیؓ)

۲- اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنِی لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰی مِنَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ وَالْفِعْلِ وَالنِّیَّةِ وَالْھُدٰی اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ،'اے اللہ مجھے اس چیز کی توفیق دے جسے تو پسند کرے، اچھا سمجھے، خواہ وہ قول ہو یا عمل یا فعل یا نیت یا طریق' بے شک تو ہی ہر چیز پر قادر ہے۔ (عن ابن عمرؓ)

۳- اَللّٰھُمَّ اَغْنِنِیْ بِالْعِلْمِ وَزَیِّنِّیْ بِالْحِلْمِ وَاَکْرِمْنِیْ بِالتَّقْوٰی وَجَمِّلْنِیْ بِالْعَافِیَةِ ،'اے اللہ' میری مدد کر علم دے کر اور مجھے آراستہ کر وقار دے کر اور مجھے بزرگی دے تقویٰ سے اور مجھے جمال دے امن وچین دے کر'۔ (عن ابن عمرؓ)

۴- اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَا اَحْسَنُوْا اِسْتَبْشَرُوا وَاِذَا اَسَآءُوْا اِسْتَغْفَرُوْا ،'اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے کر دے جو جب کوئی نیک کام کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب کوئی برائی کرتے ہیں تو مغفرت چاہنے لگتے ہیں۔ (عن عائشہؓ)

۵- اَللّٰھُمَّ خِرْلِیْ وَاخْتَرْلِیْ ،'اے اللہ تو ہی میرے لیے (چیزوں کو) چھانٹ لے اور پسند کر لے'۔ (عن ابوبکر صدیقؓ)

۶- اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَاحْشُرْنِی فِی زُمْرَةِ الْمَسَاکِیْن ،'اے اللہ مجھے خاکسار بنا کر زندہ رکھ اور خاکساری ہی کی حالت میں موت لا اور خاکساروں ہی میں مجھے اُٹھا'۔ (عن ابن عمرؓ)

۷- اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ مِنْ فُجُئَةِ الْخَیْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فُجُئَةِ الشَّرِّ ،'اے اللہ میں تجھ سے مانگتا ہوں غیر متوقع بھلائی اور تیری پناہ چاہتا ہوں ناگہانی برائی سے'۔ (عن انسؓ)

۸- اَللّٰھُمَّ افْتَحْ مَسَامِعَ قَلْبِیْ لِذِکْرِکَ وَارْزُقْنِیْ طَاعَتَکَ وَطَاعَةَ رَسُوْلِکَ وَعَمَلًا بِکِتَابِکَ ،'اے اللہ میرے دل کے کان اپنے ذکر کے لیے کھول دے اور مجھے نصیب کر اپنی فرماں برداری اور اپنے رسولؐ کی فرماں برداری اور اپنی کتاب پر عمل'۔ (عن علیؓ)

۹- اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ قُلُوْبًا اَوَّاھَةً مُّنِيْبَةً فِیْ سَبِيْلِكَ 'اے اللہ ہم تجھ سے ایسے دل مانگتے ہیں جو تیری راہ میں بہت تاثر قبول کرنے والے' بہت عاجزی کرنے والے اور بہت رجوع کرنے والے ہوں'۔ (عن ابن مسعودؓ)

۱۰- اَللّٰھُمَّ اكْفِنِیْ بِحَلَالِكَ عَنْ حَرَامِكَ وَاَغْنِنِیْ بِفَضْلِكَ عَمَّنْ سِوَاكَ ، 'اے اللہ مجھے اپنا حلال رزق دے کر حرام روزی سے بچالے اور اپنے فضل سے مجھے اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز کر دے'۔ (عن علیؓ)

۱۱- اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُكَ رِزْقًا طَيِّبًا وَعِلْمًا نَافِعًا وَعَمَلًا مُتَقَبَّلًا 'اے اللہ میں تجھ سے پاکیزہ رزق' کارآمد علم اور مقبول عمل طلب کرتا ہوں'۔ (عن اُم سلمہؓ)

۱۲- اَللّٰھُمَّ قِنِیْ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ 'اے اللہ! جس دن تو اپنے بندوں کو اٹھائے گا مجھے اپنے عذاب سے بچا دینا'۔ (عن حفصہؓ)

۱۳- يَاحَیُّ يَاقَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِيْثُ اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ كُلَّهٗ وَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَيْنٍ 'اے حی' اے قیوم! تیری رحمت کے واسطے سے فریاد کرتا ہوں کہ میرے سارے حالات کو درست کر دے اور مجھے ایک لمحے کے لیے بھی میرے نفس کے حوالے نہ کر'۔ (عن انسؓ)

۱۴- اَللّٰھُمَّ اَحْسَنْتَ خَلْقِیْ فَاَحْسِنْ خُلُقِیْ وَاَذْھِبْ غَيْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مُّضِلَّاتِ الْفِتَنِ مَا اَحْيَيْتَنَا 'اے اللہ تو نے میری صورت اچھی بنائی ہے پس میری سیرت بھی اچھی کر دے اور میرے دل کی کھولن (غصہ) دُور کر دے اور جب تک زندہ رکھے گمراہ کرنے والے فتنوں سے مجھے بچائے رکھ'۔ (عن اُم سلمہؓ)

۱۵- اَللّٰھُمَّ لَقِّنِیْ حُجَّةَ الْاِيْمَانِ عِنْدَ الْمَمَاتِ 'اے اللہ موت کے وقت مجھے حجتِ ایمان کی تلقین فرما دے'۔ (عن عائشہؓ)

۱۶- اَللّٰھُمَّ زِدْنَا وَلَا تَنْقُصْنَا وَاَكْرِمْنَا وَلَا تُھِنَّا وَاَعْطِنَا وَلَا تَحْرِمْنَا وَاٰثِرْنَا وَلَا تُؤْثِرْ عَلَيْنَا وَاَرْضِنَا وَارْضَ عَنَّا 'اے اللہ ہم میں اضافہ کر اور کمی نہ کر' ہمیں عزت و آبرو دے اور خوار نہ کر۔ ہمیں عطا فرما اور محروم نہ رکھ' ہمیں دوسروں

پر بالا رکھ اور دوسروں کو ہم پر مؤثر نہ بنا اور ہمیں خوش رکھ اور ہم سے خوش رہ'۔ (عن ابن عمرؓ)

۱۷- اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاَلْحِقْنِی بِالرَّفِیقِ الْاَعْلٰی ' اے اللہ مجھے بخش دے' مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیقِ اعلیٰ کے ساتھ جاملا'۔ (عن عائشہؓ)

۱۸- اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ الصِّحَّةَ وَالْعِفَّةَ وَالْاَمَانَةَ وَحُسْنَ الْخُلُقِ وَالرِّضٰی بِالْقَدَرِ ' اے اللہ میں تجھ سے درخواست کرتا ہوں تندرستی کی' پاک بازی کی' امانت کی' حسنِ خلق کی اور تقدیر پر راضی رہنے کی'۔ (عن ابن عمرؓ)

۱۹- اَللّٰهُمَّ افْتَحْ لَنَا اَبْوَابَ رَحْمَتِكَ وَسَهِّلْ لَنَا اَبْوَابَ رِزْقِكَ ' اے اللہ ہم پر رحمت کے دروازے کھول دے اور اپنے رزق کے دروازے ہمارے لیے آسان کردے'۔ (عن ابی حمیدؓ)

۲۰- اَللّٰهُمَّ اعْصِمْنِیْ مِنَ الشَّیْطَانِ ' اے اللہ مجھے شیطان سے محفوظ رکھ'۔ (عن ابی ہریرہؓ)

۲۱- اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاهْدِنِیْ لِمَا اخْتُلِفَ فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ ' اے اللہ! مجھے بخش دے' مجھے ہدایت دے' مجھے رزق دے' مجھے عافیت دے اور جس چیز کے حق ہونے میں اختلاف ہو اس میں مجھے راہِ صواب دکھا دے'۔ (عن عائشہؓ)

۲۲- اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ اَوَّلَ هٰذَا النَّهَارِ صَلَاحًا وَاَوْسَطَهٗ فَلَاحًا ، وَاٰخِرَهٗ نَجَاحًا اَسْأَلُكَ خَیْرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ ' اے اللہ میرے آج کے دن کے اول حصّے کو بہتر' درمیانی حصّے کو باعثِ فلاح اور آخری حصّے کو باعثِ کامیابی بنادے۔ اے سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان' میں تجھ سے دنیا اور آخرت کی بھلائی چاہتا ہوں'۔ (عن عبدالرحمٰن بن ابی عوفؓ)

۲۳- اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ اِیْمَانًا دَائِمًا وَهُدًی قَیِّمًا وَعِلْمًا نَافِعًا ' اے اللہ میں تجھ سے ایمانِ دائم' ہدایتِ محکم اور علمِ نافع کا طلب گار ہوں'۔ (عن انسؓ)

۲۴-اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مُسْلِمًا وَّاَمِتْنِیْ مُسْلِمًا 'اے اللہ مجھے مسلمان ہی زندہ رکھ اور مسلمان ہی (رکھ کر) وفات دے'۔(عن سمرہؓ)

۲۵-اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی ذَنْبِی وَوَسِّعْ لِی فِی دَارِی وَبَارِکْ لِی فِی رِزْقِی ، 'اے اللہ میرے گناہ بخش دے' میرے گھر میں وسعت دے اور میرے رزق میں برکت دے'۔(عن ابی موسیٰ اشعریؓ)

۲۶-اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ اَوْسَعَ رِزْقِكَ عَلَیَّ عِنْدَ کِبَرِ سِنِّی وَانْقِطَاعِ عُمْرِیْ ، 'اے اللہ میرے بڑھاپے میں اور عمر کے ختم ہونے کے وقت میرے لیے اپنا رزق خوب فراخ کر دینا'۔(عن عائشہؓ)

۲۷-اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ خَیْرَ عُمْرِی اٰخِرَہٗ وَخَیْرَ عَمَلِیْ خَوَاتِیْمَہٗ وَخَیْرَ اَیَّامِیْ یَومَ اَلْقَاكَ فِیْهِ 'اے اللہ میری عمر کا بہترین حصہ اس کا آخری حصہ کرنا اور میرا بہترین عمل میرا آخری عمل کرنا اور میرا بہترین دن تجھ سے ملاقات والا دن ہو'۔(عن انسؓ)

۲۸-اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا وَارْضَ عَنَّا وَاَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ وَنَجِّنَا مِنَ النَّارِ وَاَصْلِحْ لَنَا شَأْنَنَا کُلَّهٗ 'اے اللہ ہمیں بخش دے' ہم پر رحم کر' ہم سے راضی ہو جا' ہمیں بہشت میں داخل کر' ہمیں دوزخ سے بچا دے اور ہمارے سب حالات درست کر دے'۔(عن ابی امامہؓ)

۲۹-اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِی خَطِیْئَتِیْ وَجَهْلِیْ وَاِسْرَافِیْ فِیْ اَمْرِیْ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّیْ 'اے اللہ بخش دے میری خطا' میری نادانی اور اپنے کاموں میں میری زیادتی اور وہ بھی جو مجھ سے بڑھ کر تو خود جانتا ہے'۔(عن ابوموسیٰ اشعریؓ)

۳۰-اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ سَرِیْرَتِیْ خَیْرًا مِّنْ عَلَانِیَتِیْ وَاجْعَلْ عَلَانِیَتِیْ صَالِحَةً 'اے اللہ میرے باطن کو میرے ظاہر سے بہتر کر دے اور میرے ظاہر کو صالح بنا دے'۔(عن ابن عمرؓ)

۳۱-اَللّٰھُمَّ اٰتِ نَفْسِیْ تَقْوَاهَا وَزَکِّهَآ اَنْتَ خَیْرُ مَنْ زَکّٰهَآ اَنْتَ وَلِیُّهَا وَمَوْلَاهَا 'اے اللہ میرے نفس کو اس کی پرہیزگاری عطا کر اور اسے پاک کر دے تو

ہی اس کو سب سے بہتر پاک کرنے والا ہے اور تو ہی اس کا مالک اور آقا ہے'۔ (عن زید بن ارقمؓ)

۳۲- اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُکَ الْھُدٰی وَالتُّقٰی وَالْعَفَافَ وَالْغِنٰی 'اے اللہ! میں تجھ سے ہدایت، پرہیزگاری، پارسائی اور سیرچشمی مانگتا ہوں۔ (عن عبداللہ بن عمرو بن العاص)

۳۳- اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ وَسَدِّدْنِیْ 'اے اللہ! مجھے ہدایت دے اور مجھے استوار رکھ' (عن علی)

۳۴- اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنِّی 'اے اللہ! مجھے بخش دے جو کچھ میں نے پہلے کیا اور جو کچھ بعد میں کیا اور جو کچھ میں نے پوشیدہ کیا اور کچھ علانیہ کیا اور اس کو بھی جو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے'۔ (عن ابن عمرؓ)

۳۵- اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ حُبَّکَ اَحَبَّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ وَاَھْلِیْ وَمِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ، 'اے اللہ! اپنی محبت مجھے پیاری کردے، میری جان سے اور میرے گھر والوں سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی بڑھ کر'۔ (عن ابی الدرداء وعن معاذ)

۳۶- یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ 'اے دلوں کو پلٹنے والے' میرا دل اپنے دین پر مضبوط رکھ'۔ (عن انس)

۳۷- اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ 'اے اللہ! اپنے ذکر اور اپنے شکر اور اپنی اچھی سے اچھی عبادت کے باب میں ہماری مدد فرما'۔ (عن معاذ و عن ابی ہریرہؓ)

۳۸- اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ صَبُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ شَکُوْرًا وَاجْعَلْنِیْ فِیْ عَیْنِیْ صَغِیْرًا وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ کَبِیْرًا 'اے اللہ! مجھے بڑا صبر کرنے والا اور بڑا شکر ادا کرنے والا بنا دے اور مجھے اپنی نظر میں چھوٹا اور دوسروں کی نظر میں بڑا بنا دے'۔ (عن بریدہ)

۳۹-اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَتُبْ عَلَیَّ اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْم ، اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کر اور میری توبہ قبول کر، بے شک تو ہی بڑا توبہ قبول کرنے والا اور بڑا رحم فرمانے والا ہے۔ (عن ابن عمرؓ)

۴۰-اَللّٰھُمَّ اَعْطِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِیْلَۃَ وَاجْعَلْ فِی الْمُصْطَفَیْنَ مَحَبَّتَہٗ وَفِی الْاَعْلَیْنَ دَرَجَتَہٗ وَفِی الْمُقَرَّبِیْنَ ذِکْرَہٗ ، اے اللہ، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مقامِ وسیلہ عطا فرما، آپؐ کو برگزیدہ لوگوں کا محبوب بنا دے، آپؐ کا مرتبہ عالی مقام لوگوں میں کر دے اور آپؐ کا ذکر اہلِ تقرب میں ہو۔ (عن ابی امامہؓ)

سلطنتِ جابرہ

شاہ اسماعیل شہیدؒ
ترجمہ: نعیم صدیقیؒ

شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کتاب منصبِ امامت میں خلافت راشدہ (یا امامت تامہ) سلطنت عادلہ، سلطنت کاملہ، سلطنت جابرہ، سلطنتِ ضالہ اور سلطنتِ کفر کے عنوانات کے تحت مختلف طرز کی حکومتوں کے نظام کی وضاحت کی گئی ہے۔ ہم موجودہ آمریت کے دور میں، سلطنتِ جابرہ کا بیان پیش کر رہے ہیں۔ ترجمہ محترم نعیم صدیقی کا کیا ہوا ہے اور یہ ۶۰ سال قبل جولائی، اگست ۱۹۴۵ء اور ستمبر، اکتوبر ۱۹۴۵ء کے ترجمان القرآن میں شائع ہوا۔ (ادارہ)

سلطان جابر، اس آمر کو کہیں گے جس پر نفس امارہ کا اتنا زیادہ غلبہ ہو چکا ہو کہ نہ خوفِ خدا اسے مانع ہو، نہ شرمِ مخلوق! نہ شرع کی پروا ہو، نہ عرف کا لحاظ! بس نفس کی طرف سے کوئی فرمان صادر ہوا تو جھٹ سے اس کی تعمیل ہوگئی، چاہے شریعت موافق ہو، چاہے مخالف۔ اس کے نزدیک تو اپنی خواہشات کا پورا کر لینا ہی سلطنت کا منتہائے مقصود ہے۔ ایسے لوگوں کا ''نظامِ حکومت'' ''سلطنتِ جابرہ کہلاتا ہے۔

یہ ملحوظ رہے کہ سلاطین جابرہ، شرع کی مخالفت میں، مزاج کی افتاد کے مطابق مختلف مدارج پر فائز ہوتے ہیں۔ کوئی سرشار کبر ونخوت ہوتا ہے تو کسی دوسرے کو ناز وتبختر کے مظاہرے کا خاص ذوق ہوتا ہے، کسی کو جور وتعدّی سے اور کسی کو فسق وفجور سے خاص مناسبت ہوتی ہے، کوئی صنفی لذات میں سرمست ہے تو کوئی شراب گلگوں کا رسیا ہے۔ ایک چٹ پٹے کھانوں کا شیدا ہے اور

دوسرا نفیس پوشاکوں پر فریفتہ۔ کہیں کھیل تماشے سے زیادہ دل چسپی ہے اور کہیں نغمہ و سرود سے خاص وابستگی ہے۔ بہرحال ہوا و ہوس کے راستے بے شمار ہیں اور نفس پرستی کی شکلیں لاتعداد' اور اگر ان کی تفصیل شروع کر دی جائے تو اسے پورا کرنے کے لیے کئی صفحے چاہییں۔ یہاں اس شجرِ خبیث کی چند بڑی بڑی شاخوں کا مختصر تذکرہ کیا جاتا ہے' جن سے آگے بے شمار فروع نکلتی ہیں۔

۱- سفاہت: مخالفتِ شرع کی ایک وجہ سلطان جابر کی سفاہت ہے۔ ظاہر ہے کہ نعمتِ عقل و خرد سے جو شخص محروم اور دُور اندیشی کے فن سے کورا ہو' وہ کسی اصول و مسلک کی پیروی میں استقامت کیا دکھائے گا اور اس سے متانت کی توقع کیوں کر کی جا سکتی ہے۔ اس کے نزدیک وفا و استقلال کی صفت کو کوئی قیمت حاصل نہ ہوگی' نہ ننگ و عار کا اسے ذرہ برابر پاس ہوگا۔ اپنی سفاہت کی وجہ سے وہ ہر خواہش کو' جس کا گزر آدمی کے دل میں ہو سکتا ہے' فوراً پوری کرنے کی فکر کرے گا۔ یہ ہرگز نہ دیکھے گا کہ اس سے کیا نفع و نقصان ہو سکتا ہے اور اس کا آخری نتیجہ کیا ہونے والا ہے۔ وہ جو کچھ کرے گا' بالکل بچوں کی طرح دیوانہ وار کرے گا اور جہاں جہاں منہ مارے گا ٹھیک شترِ بے مہار کی طرح مارے گا۔

اس طرز کا آدمی جب منصبِ سلطنت پر براجمان ہوتا ہے تو سیاست کا سارا کاروبار چوپٹ ہو جاتا ہے' کیوں کر اس کے کرتوت نہ قوانینِ شریعت کے پابند ہوتے ہیں نہ آئینِ عرفی کے مطابق۔ ایسے شخص کی سلطنت میں کون ہے جو نالاں نہ ہوگا؟ چھوٹے بڑے' خواص و عوام سبھی دکھ پا پا کر فریاد کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسی بلائے عظیم ہے جس کی گرفت سے نادان دانا اور غافل و ہوشیار سبھی چھوٹ بھاگنا چاہتے ہیں۔ ذیل کی حدیث میں اسی بلائے عظیم کی طرف اشارہ ہے:

اُعِیْذُکَ بِاللّٰہِ مِنْ اِمَارَۃِ السُّفَھَاءِ وَقَالَ تَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنْ رَأْسِ السَّبْعِیْنَ وَاِمَارَۃِ الصِّبْیَانِ -

میں تمھارے لیے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ بے وقوفوں کی امارت سے۔ پھر فرمایا کہ اللہ کی پناہ مانگو ۷۰ (برس کی عمر) سے اور لونڈوں کی حکومت سے۔

یوں بھی فرمایا کہ:

ھَلَکَ اُمَّتِیْ عَلٰی اَیْدِیْ غِلْمَۃٍ مِنْ قُرَیْشٍ -

میری یہ اُمت قریش کے چند چھوکروں کے ہاتھوں تباہ ہوگی۔

۲- **عیش پرستی:** آپ جانتے ہیں کہ بعض لوگ کسی جبلی سبب کے تحت' اپنی قوتِ شہوانیہ سے مغلوب ہوجاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی ساری قوتیں لذتوں اور راحتوں کے جتوں میں صرف ہوتی ہیں اور ان کی عقل' عیاشی کی بھول بھلیوں میں گم رہتی ہے۔ دن رات چٹ پٹی غذاؤں اور دلفریب لباسوں اور سرور بخش شرابوں کے موضوع پر کاوشیں ہوں گی' شطرنج بازی اور نے نوازی کا مشغلہ ہوگا۔ رقص و سرود کے چرچے ہوں گے' عورتوں اور لونڈوں میں انہماک ہوگا' محلات تعمیر کرنے اور دل کش باغات لگانے میں خاص توجہ رہے گی وغیرہ۔ فکر و تدبیر کے گھوڑے ان میدانوں میں خوب دوڑائے جائیں گے اور دل کھول کر دادِ فسق دی جائے گی۔

اس قماش کے لوگ جب منصبِ سلطنت پر قابض ہوجاتے ہیں تو بذلہ سنج لوگ ان کے درباروں میں جمع ہونے لگتے ہیں اور خوب اچھی طرح بھانپ لیتے ہیں کہ یہاں رغبت صرف لذتوں اور راحتوں کی طرف ہے۔ پس وہ سب کھیل تماشے اور راگ رنگ کے نئے نئے ڈھنگ ایجاد کرنے میں لگ جاتے ہیں اور ایک ایک مشغلے کو بڑا لمبا چوڑا فن لطیف بنا کر چھوڑتے ہیں۔ پھر مدتوں محنت کر کر کے اسے کمال کو پہنچاتے ہیں۔ عیش پسند سلاطین بھی ایسے ہی فنون کے ماہرین کو اپنا مقرب اور خیرخواہ شمار کرتے ہیں۔ چنانچہ جو کوئی مانا ہوا عیاش ہو' یا بے حیا بھانڈ ہو' یا چال باز دیوث ہو' یا طبلہ سارنگی کا استاد ہو' وہی دربارِ سلطانی میں مسند آرا ہوگا۔

لیکن فسق و فجور کی یہ گرم بازاری دولت کو پھونکے بغیر کمال کو نہیں پہنچ سکتی۔ اسے جاری رکھنے کے لیے خزانے بھرپور ہونے چاہییں۔ چنانچہ سلاطین جابرہ مجبور ہوتے ہیں کہ مال جمع کرنے کے لیے رعایا پر قسم قسم کے جور و ستم روا رکھیں اور بے دھڑک دست درازی کا مظاہرہ کریں۔ اس سے لازماً ملک میں تباہی پھیلتی ہے۔ مفلس اور کمزور لوگ بے خانماں ہوجاتے ہیں اور تاجر و زمین دار بدحال۔ اتنا ہی نہیں' یہ طوفان فسق و فجور بعض صورتوں میں آبرومندوں کی بے آبروئی اور پردہ داروں کی پردہ دری پر منتہی ہوتا ہے' اور یہ حالت بھی سلطنت کی تباہی کا سامان بنتی ہے۔ پھر یہ کہ سلطان جب کھیل تماشوں اور نغموں' شرابوں میں مستغرق ہوگیا' تو نظام حفاظت و عدالت کا بگڑ جانا لازمی ہے جس کا نتیجہ یہی ہوسکتا ہے کہ رعایا میں باہم جور و ستم کا بازار گرم رہے۔ الغرض

سلاطین کا فسق و فجور' رعایا کی بدحالی اور ملک کی تباہی کا سبب بن جاتا ہے۔ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے:

اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ بَدَءَ نَبُوَّةً وَرَحْمَةً ثُمَّ يَكُوْنُ خِلَافَةً وَرَحْمَةً ثُمَّ مُلْكًا عَضُوْضًا ثُمَّ مُلْكًا جَبْرِيَّةً وَعُتُوًّا وَفَسَادًا فِي الْاَرْضِ يَسْتَحِلُّوْنَ الْحَرِيْرَ وَالْفُرُوْجَ وَالْخُمُوْرَ ' يُرْزَقُوْنَ عَلٰى ذٰلِكَ وَيُنْصَرُوْنَ حَتّٰى يَلْقُوا اللّٰهَ -

یہ نظام' نبوت و رحمت سے شروع ہوا' پھر خلافت و رحمت بنے گا' پھر سلطنت مستبد کی شکل اختیار کرے گا' پھر جبر' سرکشی اور فساد فی الارض کی مملکت بن جائے گا (اس وقت کے امرا وسلاطین) ریشم' عورت اور شراب کو بالکل حلال کرلیں گے اور اسی قسم کی کارروائیوں پر لوگوں کو عطیے دیں گے اور ان کی مدد کریں گے' یہاں تک کہ اللہ کو جاملیں گے۔

اس حدیث میں سلطنت جبر کی مکمل تعریف آ گئی ہے جس سے اس کی ماہیت کا اندازہ ہوجاتا ہے۔

فسق و ظلم کی یہ بادشاہت پوری اُمت کے لیے ایک خوفناک مصیبت ہوتی ہے' خصوصاً اس وجہ سے کہ اہلِ دین و دانش سلاطین وقت سے دُور بھاگتے ہیں اور ان کی مجالس سے کنارہ کشی کرتے ہیں اور ان کا تقرب نہیں چاہتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی معاش میں خلل آ جاتا ہے اور اطمینانِ قلب سے محروم ہوجاتے ہیں۔ اس حال میں وہ اصلاح معاد کی طرف پوری طرح متوجہ نہیں ہوسکتے' اور نہ ان کی پوری مساعی جستجوے راہِ حق پر صرف ہوسکتی ہیں۔

لیکن اگر وہ سلاطینِ وقت کے تقرب کو پسند کریں اور وہی ڈھنگ سیکھ لیں جو اُن کے تقرب کا لازمہ ہیں تو اس صورت میں انھیں سب سے پہلے دین و ایمان سے دست بردار ہونا پڑے گا' پھر عزت و آبرو کو چھوڑنا ہوگا' پھر فحش گوئی کو اپنا خاص کمال اور نغمہ سرائی کو اپنا خاص ہنر قرار دینا ہوگا۔ پس ان کے لیے بہتر یہی ہے کہ سلاطین (جبابرہ) کی ملازمت اختیار کرکے' اپنے دین و ایمان کی جڑ پر کلہاڑا نہ چلائیں۔ انھیں یہ خیال ہرگز دل میں نہ لانا چاہیے کہ اپنا دین بھی بچالیں گے اور زندگی کے معاشی تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے درباروں سے کچھ کما بھی لائیں گے۔ ایسا خیال

کرنا خوش فکری اور غلط فہمی کے سوا کچھ نہیں ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں
ایں خیال است و محال است و جنوں

۳- حُبِّ مال: عموماً ایسے اشخاص دنیا میں پائے جاتے ہیں جنھیں پیدایشی طور پر مال کی غیرمعمولی حرص ہوتی ہے۔ مگر حرص بھی اس عجیب قسم کی کہ فقط گوناگوں اموال کے جمع ہوجانے ہی پر اس کی باچھیں کھل جاتی ہیں اور حصولِ لذت کے لیے کچھ خرچ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی۔ یہاں تو نفسِ اجتماعِ دولت ہی سب سے بڑی لذت اور اس کی کثرت ہی سب سے بڑی راحت ہے۔ ایسے لوگ جب اپنے خزانوں اور دفینوں کی ایک جھلک دیکھتے ہیں تو باغ باغ ہوجاتے ہیں اور انھیں ترقی کی خواہش دلوں میں اور بھڑک اُٹھتی ہے' چنانچہ خزانے سمیٹنے کے لیے سو طرح کے دکھ سہتے ہیں اور ہزار طرح کی مشقتیں برداشت کرتے ہیں۔ حد یہ کہ بھوکے ننگے رہ کے عمر گزار دیں گے مگر کیا مجال کہ اپنے خزانے میں سے ایک دمڑی بھی صرف کرسکیں۔

اب خود ہی غور کیجیے کہ ایسے لوگ اگر نظامِ سلطنت پر قابض ہوجائیں تو ان سے بجز اس کے اور کیا توقع ہوسکتی ہے کہ اپنی حرص کی آگ خوب بھڑکائیں۔ چنانچہ اہلِ زراعت و تجارت سے لے کر اغنیا و فقرا تک سے حقِ حکمرانی (ٹیکس وصول کرتے ہیں وہ بھی اس اہتمام کے ساتھ کہ مچھر کی ٹانگ سے لے کر چیونٹی کے انڈے تک کوئی چیز حساب سے باہر نہ رہے اور ایک رائی کا دانہ بھی کسی کو معاف نہ کیا جائے۔ بلکہ ان ظالموں کی تو دلی خواہش یہ ہوتی ہے کہ رعایا کے کسی فرد سے کوئی جرم سرزد ہو' یا کوئی قصور کسی پر ثابت ہوجائے تو اس کی پکڑ دھکڑ اور سزا و تعزیر کے دوران میں' اس کے مال و اسباب کو بہ لطائف الحیل اڑا لیا جائے۔ ایسے لوگ خود بھی رات دن یہی سوچتے رہتے ہیں کہ رعایا سے کس طرح مال ہتھیایا جائے اور ان کے درباری بھی اسی موضوع پر عقل لڑاتے رہتے ہیں۔ اب جس نے پرایا مال مارنے کے لیے کوئی کارگر تدبیر گھڑلی اور جس نے رعایا کو جُل دینے کا کوئی کامیاب گُر ڈھونڈ نکالا وہی ان کا خاص امیر ہے۔ وہی خیرخواہ وزیر ہے اور وہی مخلص مشیر! اس طرح سلطان جابر اور اس کے درباریوں کی مسلسل کاوشوں سے حیلہ سازی' اور فریب بازی کے فنونِ لطیفہ اپنے کمال کو پہنچتے ہیں اور ان کے اصول و فروع مدوّن ہوجاتے ہیں۔

رہا بخل، سو اس کے تقاضے کے ماتحت ظالم سلاطین اپنے ملازمین سے یہ تو چاہتے ہیں کہ وہ وفاداری سے خدمت کریں اور اس خدمت کو اپنا فخر سمجھیں، مگر یہ گوارا نہیں کر سکتے کہ خزانے سے کوئی ایک تنکا بھی نکالا جائے یا دفینے میں سے ایک کوڑی بھی کم ہو جائے۔ چنانچہ ان سے خدمت لینے کے لیے کتنی ہی چال بازیوں سے کام لیتے ہیں اور ریاست و سیاست کی کامیابی کے لیے خلق اللہ کو بالکل مصنوعی خُلق سے رام کرتے ہیں، نیز جب مناسب سمجھتے ہیں اپنے خدام کو محض تعظیم و تکریم کے نشے میں مست رکھتے ہیں۔ ان باتوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ خدمت تو لیتے ہیں مگر معاوضہ کچھ نہ دینا پڑے، یا اگر دینا ہی پڑے تو ایسے ڈھنگ سے دیا جائے کہ ملازمین کو پورا پورا حق نہ ملنے پائے، بلکہ ان کے حق میں سے جتنا ممکن ہو خزانے میں روک لیا جائے۔ مثلاً سونے چاندی میں سے کھرا مال بچا کے رکھیں گے اور کھوٹی دھات سے معاوضے ادا کریں گے یا یہ کہ زمانۂ خدمت کا کچھ حصہ حساب سے خارج کر دیں گے، یا پھر یوں ہوگا کہ ایک عرصے تک مفت خدمت لینے کے لیے، ان کا نام دفتر کے رجسٹروں میں درج کریں گے، وغیرہ!

اس قسم کی بخیل و حریص بادشاہت آخر مملکت کو تہ و بالا کر کے چھوڑے گی اور حکومت کی جڑوں کو کھوکھلا کر دے گی۔ لیکن پھر بھی رعیت کے لیے یہی مناسب ہوگا کہ سلطانِ بخیل کے افکار و کردار پر صبر کرے اور اس سے متصادم نہ ہو۔ ورنہ اس کا اندیشہ ہے کہ وہ اب تک جو کچھ چرب زبانی اور فریب کاری کے پس پردہ کر رہا ہے اسے دھڑلے سے سرانجام دینے لگے گا اور خوب کھل کر ستم ڈھانا شروع کر دے گا۔ وجہ یہ کہ طمع اس کے خمیر میں شامل ہے اور اگر کسی وقت اس پر مال حاصل کرنے کے دروازے بند ہو جائیں گے تو وہ اپنی جبلت کے تقاضے سے مجبور ہو کر آمادۂ ظلم ہو جائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ سے فرمایا کہ:

كَيْفَ اَنْتُمْ وَاَئِمَّةٌ مِنْ بَعْدِيْ يَسْتَأْثِرُوْنَ بِهٰذَا الْفَيْءِ؟ قَالَ اَبُوْذَرٍ اَمَا وَالَّذِيْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ اَضَعُ سَيْفِيْ عَلٰى عَاتِقِيْ ثُمَّ اَضْرِبُ بِهٖ حَتّٰى اَلْقَاكَ قَالَ اَوَلَا اَدُلُّكَ عَلٰى خَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكَ تَصْبِرُ حَتّٰى تَلْقَانِيْ -

میرے بعد جب ایسے امرا [حُکّام] کے زمانے میں تمھارا رویہ کیا ہوگا، جو اس اموالِ فے کو خرچ کرنے میں اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دیں گے؟ حضرت ابوذر نے جواب دیا

کہ اس ذات کی قسم، جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اس وقت میں اپنی تلوار اپنی گردن پر رکھ دوں گا اور اس کو تن سے جدا کرلوں گا تا کہ آپ سے جا ملوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا میں تم کو اس سے بہتر راہ نہ بتادوں؟ اس وقت تم صبر سے کام لینا یہاں تک کہ مجھ سے آملنا۔

پھر فرمایا:

اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ بَعْدِیْ اَثْرَةً[۲] وَاُمُوْرًا تُنْكِرُوْنَهَا وَرُوِیَ اَنَّ الصَّحَابَةَ قَالُوْا يَانَبِیَّ اللّٰهِ اَرَأَيْتَ اِنْ قَامَتْ عَلَيْنَا اُمَرَاءُ يَسْئَلُوْنَنَا حَقَّهُمْ وَيَمْنَعُوْنَنَا حَقَّنَا فَمَا تَاْمُرُنَا؟ قَالَ اِسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا ، فَاِنَّ عَلَيْهِمْ مَا حُمِّلُوْا وَعَلَيْكُمْ مَا حُمِّلْتُمْ -

تم میرے بعد (غیروں پر اپنے حقوق کو) ترجیح (دینے والے امرا) پاؤ گے اور ایسی صورتِ حال سے دوچار ہو گے جس کو تم ناپسند کرو گے۔ اور روایت ہے کہ صحابہؓ نے پوچھا: یارسولؐ اللہ اگر ہم پر ایسے امرا مسلط ہوگئے جو ہم سے تو اپنا حق لے لیں ــــــ لیکن ہمارے حقوق ادا نہ کریں تو اس وقت ہمارے لیے آپ کا کیا حکم ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ان کی سننا اور ان کی اطاعت کرنا، کیوں کہ ان کی کمائی کا بار ان کے اُوپر ہے اور تمھاری کمائی کا بار تمھارے اُوپر۔

شوقِ مردم آزاری و خوں ریزی

بعض اشخاص اپنی فطرت کے اعتبار سے مغلوب الغضب اور شتر کینہ ہوتے ہیں۔ ایسوں کا جب غصہ اُبلتا ہے تو ترش روئی اور بدگوئی کی حد کر دیتے ہیں اور موذی پن کے مظاہرے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ یہ تو ان کے لیے ممکن ہی نہیں کہ مجرم کے قصور کی نوعیت کا خیال کریں، بلکہ قانونا اگر مجرم کی خطا معمولی درجے کی ہو تو انھیں اور زیادہ غصہ آتا ہے کہ وہ کوئی جرمِ عظیم کیوں نہ کر کے آیا۔ ایسے اربابِ ظلم، جرم کو عقل کے کانٹے پہ کیوں تولنے لگے، بس اندھا دھندادنیٰ سے ادنیٰ غلطی پر بھی قتل اور قربانی اور تذلیل و تحقیر سے کم درجے کی سزا تجویز نہ کریں گے، کیونکہ اس کے بغیر ان کو

اطمینان قلب اور سکونِ خاطر حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ پھر کسی گروہ کا محض ایک فرد اگر ان کی مخالفت کر بیٹھا تو سمجھ لیجیے کہ اس پورے گروہ کی شامت آئی! اچھا برا کوئی نہ بچنے پائے گا۔

اب اگر دنیا کی بدقسمتی سے ایسے ہی لوگ مسندِ سلطنت پر متمکن ہو جائیں تو وہ دادِ ظلم و جور نہ دیں گے تو کریں گے کیا؟ یہ ظالم، خدا کے بندوں کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کرتے ہیں اور عزت داروں کو ذلیل و خوار کر کے چھوڑتے ہیں۔ غلط نہ ہوگا کہ اگر انھیں بنی آدم کے لیے بھیڑیے یا کٹ کھنے کتے سمجھا جائے۔ ان کے زہریلے ڈنک سے نہ مساکین بچتے ہیں، نہ عزت و اعتبار والے، نہ غریبوں کو ان سے پناہ ملتی ہے نہ امیر ان کے گزند سے مستثنیٰ ہوتے ہیں۔ ان کی ایذا رسانی ہوتی اس درجے کی ہے کہ غریب اور بے بس مسلمان ان کی ''اسلامی حکومت'' سے کفار کی کافرانہ حکومت کو ہزار درجے بہتر سمجھنے لگتے ہیں اور وہی ان کے نزدیک خدا کے بندوں کے لیے جاے امن قرار پاتی ہے۔ ایسی حالت میں ادھر رعایا سلطان ظالم سے رنجیدہ ہوتی ہے اور ادھر سلطان ظالم بھی اپنی رعایا سے بیزار ہوتا ہے۔ بس یہ اس کی تباہی میں خوش، وہ اس کے زوال میں راضی۔ اس حالت کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

خِیَارُ اَئِمَّتِکُمُ الَّذِیْنَ تُحِبُّوْنَهُمْ وَیُحِبُّوْنَکُمْ وَتُصَلُّوْنَ عَلَیْهِمْ وَیُصَلُّوْنَ عَلَیْکُمْ وَشِرَارُ اَئِمَّتِکُمُ الَّذِیْنَ تَبْغُضُوْنَهُمْ وَیَبْغُضُوْنَکُمْ وَتَلْعَنُوْنَهُمْ وَیَلْعَنُوْنَکُمْ -

تمھارے امرا [حکّام] میں سے بھلے وہ ہیں کہ تم ان سے محبّت کرو، وہ تم سے محبّت کریں اور تم ان کے لیے دعاے رحمت کرو اور وہ تمھارے لیے دعاے رحمت کریں اور تمھارے امرا میں سے برے وہ ہیں کہ تم ان سے نفرت کرو اور وہ تم سے نفرت کریں اور تم ان پر لعنت کرو، وہ تم پر لعنت کریں۔

سلطانی مظالم جس طرح رفتہ رفتہ رعایا کی معاش کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں، اسی طرح ان کے شجرِ ایمان کی جڑیں بھی کھودتے جاتے ہیں۔ آخر لوگ اقامتِ دین و ایمان کی فکر کیا کریں، جب کہ انھیں سلطان ظالم کے خوف سے ایک ساعت بھی مخلصی نہیں ہوتی۔ چنانچہ سلطنتِ ظالم کا قیام کسی مذہب باطل کے پھیل نکلنے کے مشابہ ہے جو ملت کے نظام اور سنت کے


قرطبہ کریک ویلی گوادر کی شاندار کامیابی کے بعد احباب ڈویلپرز اب پیش کرتے ہیں
گوادر میں دوسرا منصوبہ قرطبہ کریک گوادر ایکڑ سکیم
اک خواب جس کو تعبیر ملی
قرطبہ کریک گوادر ایکڑ سکیم
Gwadar
FARM HOUSES OF 1&2 ACRES
تحصیل گوادر مین کوسٹل ہائی وے اور جیوانی روڈ سے متصل موضع (ذبارڈن)
پہلے آیئے پہلے پایئے!
قیمت -/850,000 فی ایکڑ (4000 Sq/yd)
بکنگ -/150,000 روپے فی ایکڑ
بقایا رقم 4 سال کی 16 آسان سہ ماہی اقساط میں
31 اکتوبر 2005ء تک بکنگ کروانے والے احباب کو -/100,000 روپے فی ایکڑ کی خصوصی رعایت۔
تحریکِ اسلامی سے وابستہ افراد کا با اعتماد ادارہ
احباب ڈویلپرز
Marketing Office: Weal House, Faiz Road, Muslim Town Lahore.
Ph: +92-42-5846830, 5847708 Fax: +92-42-5846831
Mob: 0300-4007661 Saudia Office: +966-504398159
Website: qurtabacreekvalley.com Email: info@qurtabacreekvalley.com
RIGHT CLICK.


WICKED FIZZ
ZOMBIE
PEANUT CRUNCH
GUAVA CRUNCH
Coco Treat
BONZA
SOFT BUBBLE GUM
TONGUE PAINTER
Diamond Hearts
Choco Balls
KHATEE
Soft Bubble Gum
Nutee
DYNAMITE STIK
KRISPY CRAZE
KRISPY
KRISPY POPS
Funny Face

پیشِ خدمت ہے ایک مکمل رہائشی منصوبہ جہاں آپ رہ سکتے ہیں مکمل آسائش کے ساتھ

الرحمٰن ویلی

کم ترین قیمت پر آسان اقساط میں

جدید ترین سہولیات زندگی کے ساتھ

محل وقوع

متصل قرطبہ' نزد موٹر وے چکری انٹر چینج'
انڈسٹریل زون' اسلام آباد

سہولیات

پانی' بجلی' گیس' ٹیلی فون' کمیونٹی سنٹر' مسجد' سکول'
کالج' پارک' قبرستان اور 24 گھنٹے ٹرانسپورٹ کی سہولت

جدید سہولیات

بینک' ہسپتال' اسلامک سنٹر' لائبریری'
کمرشل ایریا' سکیورٹی اور دیکھ بھال کا نظام

پلاٹ سائزز

رہائشی پلاٹس: 5'6'7'10 مرلہ اور ایک کنال

کمرشل پلاٹس: ایک مرلہ سے ایک کنال تک

خصوصیات

- 25'30'35'40'60' اور 120 فٹ کشادہ گلیاں اور سڑکیں
- ہر سیکٹر کا علیحدہ پارک
- خوبصورت' پُرفضا اور آلودگی سے پاک ماحول
- معاشرتی آلودگیوں سے پاک پاکیزہ اسلامی معاشرہ
- انڈسٹریل زون کی وجہ سے ملازمتوں کے مواقع
- تعلیمی اداروں اور یونیورسٹیوں کی بدولت اعلیٰ تعلیم کے زیادہ مواقع
- وقت کے ساتھ قیمتوں میں اضافہ کی بدولت منافع بخش سرمایہ کاری
- کمرشل ایریا جس میں پلاٹ / شاپ صرف رہائشی افراد کو ترجیحی بنیاد پر الاٹ کی جائے گی۔
- کالونی کا اپنا سکیورٹی سسٹم

طریقہ کار

درخواست فارم کے ہمراہ شناختی کارڈ کی فوٹو کاپی اور 2 عدد پاسپورٹ سائز تصاویر لگائیں اور چیک / ڈرافٹ بنام سائبان ایسوسی ایٹس" اکاؤنٹ نمبر 1288-7 الائیڈ بینک آف پاکستان چوہڑ ہڑپال برانچ کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

- براہ کرم ڈرافٹ کے پیچھے اپنا مکمل پتہ اور نام ضرور درج فرمائیں۔
- درخواست فارم اور بروشر مفت طلب فرمائیں۔

ادائیگی کا شیڈول

	پلاٹ سائز	ایڈوانس	ماہانہ قسط	کل قیمت
5 مرلہ	25 x 50	5000/- روپے	1,250/- روپے	125,000/- روپے
6 مرلہ	25 x 60	6000/- روپے	1,500/- روپے	150,000/- روپے
7 مرلہ	30 x 60	7000/- روپے	1,750/- روپے	175,000/- روپے
10 مرلہ	35 x 70	10,000/- روپے	2,500/- روپے	250,000/- روپے
ایک کنال	50 x 90	20,000/- روپے	5,000/- روپے	500,000/- روپے
کمرشل	ایک مرلہ سے ایک کنال تک	10%	750/- روپے ماہانہ سے (فی مرلہ)	10,00,000/- روپے

نوٹ: پلاٹ کی قیمت میں ترقیاتی اخراجات شامل ہیں۔

یہ شیڈول 30 اکتوبر 2005 تک قابل عمل ہے۔ اس کے بعد قیمتوں میں 25% اضافہ ہو جائے گا۔

سعد ایسوسی ایٹس

CS48-8 فرید آرکیڈ' بلاک 7' فیڈرل بی ایریا کراچی
فون: 021-6316954' موبائل: 0300-2991552

الفا رئیل اسٹیٹ

32' منصورہ مارکیٹ' بالمقابل منصورہ مین گیٹ' ملتان روڈ لاہور
فون: 042-7444316,7443429'
موبائل: 0300-9480853

نوٹ: سائبان ایسوسی ایٹس (رجسٹرڈ) کا کسی بھی دیگر ادارے یا پروجیکٹ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ملک بھر سے نمائندگان کی فوری ضرورت ہے۔ خواہشمند افراد رابطہ فرمائیں۔ تحریکی افراد کو ترجیح دی جائے گی

سائبان ایسوسی ایٹس ®

2G/256 بابا مارکیٹ' چوہڑ ہڑپال' مین پشاور روڈ راولپنڈی
فون: 051-5466925 موبائل: 0300-5249230
E-mail: tm_malik71@yahoo.com

آئین وحدود کو توڑتا چلا جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّمَا اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ اَلِاسْتِسْقَاءَ بِالْاَنْوَاءِ وَحِیْفِ السُّلْطَانِ وَالتَّکْذِیْبِ بِالْقَدْرِ۔

مجھے اپنی اُمت کے بارے میں صرف یہ خوف ہے کہ ۱- وہ نچھتروں [بادلوں] سے بارش طلب کرے گی۔ ۲- بادشاہ اس پر ظلم ڈھائیں گے ۳- اس میں قضا وقدر کا انکار پیدا ہوگا۔

سلطانِ ظالم بعض وجوہ کے ماتحت' اگر کسی گروہ سے رنجیدہ ہوتا ہے اور اس سے انتقام لینے پر تل جاتا ہے تو اس کے انتقام کی تلوار مطیع اور غیر مطیع اور گنہ گار و بے گنہ میں ہرگز امتیاز نہیں کرتی' بلکہ بے دریغ سروں کو کاٹتی چلی جاتی ہے اور ملکوں اور شہروں کو بے چراغ کر کے چھوڑتی ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ:

مَنْ خَرَجَ عَلٰی اُمَّتِیْ بِسَیْفِهٖ یَضْرِبُ بِرَّهَا وَفَاجِرَهَا وَلَا یَتَحَاشٰی مِنْ مُؤْمِنِهَا وَلَا یَفِیْ لِذِیْ عَهْدٍ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَلَسْتُ مِنْهُ۔

جس شخص نے اپنی تلوار لے کر میری اُمت پر حملہ کیا اور قتل و غارت میں نیک و بد کی تمیز نہ کی اور اُمت کے سچے مومنوں کو قتل کرنے سے پرہیز کیا اور نہ کسی سے اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھا اس کا نہ مجھ سے کوئی تعلق ہے اور نہ میرا اس سے۔

پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی گروہ کے متعلق سلطان ظالم کے دل میں آتش غضب بھڑکتی ہے لیکن حالات ایسے نہیں ہوتے کہ عملاً انتقام لیا جا سکے۔ اب لازماً اس کے سینے میں کینہ پرورش پاتا رہے گا اور وہ اس تاک میں رہے گا کہ اس کینے کی بھڑاس نکالنے کا کب مناسب موقع پیدا ہوتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے:

مَا مِنْ وَالٍ یَلِیْ رَعِیَّتَهٗ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَیَمُوْتُ وَهُوَ غَاشٌ لَهُمْ اِلَّا حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ۔

جو حکمران بھی اپنی مسلم رعایا پر غدر اور خیانت کے ساتھ حکومت کرتا ہوا مر گیا اس پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کر دی ہے۔

غرور و کبر

بعض لوگ ایسے پائے جاتے ہیں کہ عین ان کی سرشت میں سرکشی اور خود پسندی کا خمیر شامل ہوتا ہے۔ ان کو اپنے منہ میاں مٹھو بننے اور ڈینگیں مارنے اور شیخی بگھارنے میں مزہ آتا ہے۔ اپنی ہستی کو ہمیشہ کچھ غلافوں میں لپیٹ کر رکھتے ہیں، کیونکہ اولادِ آدم انھیں میل جول کے قابل نظر نہیں آتی۔ دوسروں کے بڑے سے بڑے کمال کو اپنی کسی ادنیٰ سی خوبی کے مقابلے میں ہیچ ثابت کردیں گے، چاہے اپنی خوبی محض ایک سرابِ تخیّل ہو، جیسے حسب ونسب کا غرہ! دوسروں کے ساتھ کسی معاملے میں برابر ہونا تو ان کے لیے بڑی شرم کی بات ہوتی ہے، اس وجہ سے اپنے ساتھیوں کی تحقیر کو اپنی آبرو شمار کرتے ہیں اور اپنے بھائیوں کے زوال کو اپنی عظمت کا ثبوت قرار دیتے ہیں، نیز دوسروں کے کمالات کو پایۂ اعتبار سے گرا گرا کر اپنی خصوصیات پر اِتراتے ہیں۔ بس ان کا منتہاے مقصود فقط یہ ہوتا ہے کہ انھیں افرادِ انسانی کے درمیان اتنا امتیاز حاصل ہوجائے کہ کوئی ان کی برابری کی جرأت نہ کرسکے۔

اس قسم کا آدمی جب تختِ حکومت پر قابض ہوگا تو کبرونخوت کی داد دینے کے لیے، آداب والقاب، چال ڈھال، میل جول اور دوسرے تمام معاملات میں اپنی ایک امتیازی شان پیدا کرے گا۔ پھر وہ اپنی ذات کے لیے مختلف چیزیں مخصوص کرلے گا۔ ان میں کسی دوسرے کی شرکت ومساوات سے بہت رنجیدہ ہوگا بلکہ اس کی قطعی ممانعت کردے گا۔ وہ جس تخت کو استعمال کرے گا اس پر بیٹھنا دوسروں کے لیے حرام کردے گا، جس مجلس میں رونق افروز ہوگا اس میں دوسروں کا داخلہ روک دے گا، پھر جو خاص الفاظ اپنے لیے تجویز کردے گا، مثلاً 'سلطان'، 'شاہ'، 'بادشاہ'، 'ملک' اور 'حضور اقدس' وغیرہ۔ انٰ الفاظ کو اگر خود سلطان کے بیٹے پر بھی کسی نے استعمال کردیا تو وہ مجرم قرار پائے گا اور شدید تعزیراس پر عائد ہوگی۔ الغرض ایسے لوگوں کی دلی تمنا ہوتی ہے کہ کسی طرح خدا کے بندوں اور نبی کے امتیوں سے بالکل جدا اور ممتاز سمجھے جائیں کیوں کہ انھیں وہ اپنا ہم جنس تسلیم نہیں کرتے اور ہر معاملے میں ڈیڑھ اینٹ کی مسجد دوسروں سے الگ ہی بناتے ہیں۔

پھر ان ظالموں کی یہ بھی خواہش ہوتی ہے کہ ان کے قوانین، جمہور میں اصولِ دین اور ضوابطِ شریعت کا درجہ حاصل کرلیں اور ہر خاص وعام ان کی پوری اطاعت کرے، نیز اُن کے سامنے

قیل وقال اور بحث و تمحیص کی کسی کو جرأت نہ ہو۔ گویا خود یہ لوگ احکامِ الٰہی کے مخاطب ہیں ہی نہیں، اور نہ ان احکام کی مخالفت پر انھیں کوئی پوچھنے والا ہے۔ یہ بڑا بننے اور حکم چلانے کی خواہش جلد جلد ترقی کر کے تعلّی کی صورت اختیار کرتی ہے اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ نبوت یا الوہیّت کا صاف صاف دعویٰ کر دیا جاتا ہے۔ اب سلطانِ متکبر فراعنہ اور نمارده کا بھائی بن جاتا ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کی کوئی صفت ایسی نہیں رہ جاتی، جسے یہ ظالم اپنے پروانوں اور حکم ناموں میں اپنی ذات سے منسوب نہ کرے، اور خالق اکبر کے ناموں میں سے کوئی نام ایسا نہیں چھوٹ جاتا جسے یہ جاہل اپنے لقب کے طور پر استعمال نہ کرتا ہو۔ پھر انبیا و مرسلین کے مدارج میں سے کوئی درجہ ایسا نہیں بچ رہتا کہ یہ دشمنِ دین اس کا مدعی نہ بنے۔ پھر خلفائے راشدین کے مراتب میں سے کوئی رتبہ ایسا نہیں باقی رہتا جس میں یہ شرارت کا استاد ان کی برابری کا دم نہ بھرتا ہو۔

غرور و کبر کی یہ سلطنت جس طرح پوری اُمت کے لیے اور پورے دین کے لیے حد درجہ مہلک ہے، اسی طرح، بلکہ اس سے ہزار گنا زیادہ، خود اس جاہل شیخی باز کے لیے سمِ قاتل ہے۔ کوئی سلطان اپنی سلطنت سے وہ نقصان نہیں اٹھاتا جو سلطانِ متکبر اپنی سلطنت سے اٹھاتا ہے۔ یہ ظالم اپنی ہستی کو رعایا کا گویا خالق سمجھتا ہے، خصوصاً جب زمانہ اس کا ساتھ دے رہا ہو اور قسمت یاوری کر رہی ہو، یعنی دنیا اس کے پنجے میں بے بس ہو اور کسی کو سرکشی کی جرأت نہ ہو تو اس کا انداز استکبار خوب نمایاں ہو جاتا ہے اور اس کا طرۂ نخوت عرش کو جا چھوتا ہے، فرمایا صاحب نبوت نے۔

اِذَا مَشَتْ اُمَّتِي الْمُطَيْطَاءَ وَخَدَمَتْهَا اَبْنَاءُ الْمُلُوْكِ اَبْنَاءُ فَارِسَ وَالرُّوْمِ سَلَّطَ اللّٰهُ شِرَارَهَا عَلٰى خِيَارِهَا۔

جب میری اُمت اکڑ کر چلنے لگے گی اور فارس و روم کے شاہزادے اس کی خدمت بجا لانے لگیں گے اس وقت اللہ تعالیٰ اُمت کے شریر لوگوں کو اس کے نیکوکار بندوں پر مسلط کر دے گا۔

پھر فرمایا:

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظْمَةُ اِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ وَاحِدًا مِّنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ النَّارَ۔

کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار' سو جس کسی نے ان دونوں میں سے کسی چیز کو مجھ سے چھیننے کی کوشش کی اس کو میں جہنم میں جھونک دوں گا۔

اور یہ بھی کہ:

اَغْیَظُ رَجُلٍ عَلَی اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَاَخْبَثُ رَجُلٍ کَانَ یُسَمّٰی مَلِکُ الْاَمْلَاکِ لَا مَلِکَ اِلَّا اللّٰہُ -

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کو سب سے زیادہ بھڑکانے والا اور بدترین انسان وہ ہوگا جو دنیا میں بادشاہوں کا بادشاہ (شہنشاہ) کہا جاتا تھا۔ [لیکن یاد رکھو کہ] اللہ کے سوا کوئی بادشاہ نہیں۔

پھر یہاں تک کہ:

لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ عَبْدِیْ وَاَمَتِیْ کُلُّکُمْ عَبِیْدُ اللّٰہِ وَکُلُّ نِسَاءِ کُمْ اَمَاءُ اللّٰہِ وَلٰکِنْ لِیَقُلْ غُلَامِیْ وَجَارِیَتِیْ وَفَتَایَ وَفَتَاتِیْ وَلَا یَقُلِ الْعَبْدُ رَبِّیْ وَلٰکِنْ لِیَقُلْ سَیِّدِیْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَلَا یَقُلِ الْعَبْدُ السَّیِّدِیْ مَوْلَائِیْ فَاِنَّ مَوْلَاکُمْ اللّٰہُ -

تم میں سے کوئی کسی کو ''میرا بندہ'' یا ''میری بندی'' نہ کہے۔ تم سب لوگ اللہ کے ''بندے'' ہو اور تمھاری ساری عورتیں اسی کی ''بندیاں'' ہیں بلکہ یوں کہے کہ میرا ''غلام'' اور ''میری لونڈی'' یا ''میرا خادم'' اور ''میری خادمہ''۔ اسی طرح کوئی غلام اپنے آقا کو ''رب'' نہ کہے بلکہ ''سید'' [جناب والا] کہہ کر پکارے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ کوئی غلام اپنے آقا کو مولانہ کہے کیوں کہ تمھارا مولا صرف اللہ ہے۔

سلطنتِ جابرہ کی اقسام

سلطنتِ جابرہ جس کا مفصل بیان اُوپر ہو چکا ہے' دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک صورت اس کی یہ ہے کہ سلطانِ جابر اپنی شوخ چشمی اور گستاخی کے باوجود ایمان کی بھی کوئی رمق دل میں رکھتا ہے اور اس سے بعض اعمالِ صالحہ[۳] بھی ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ اس کے اعمال صالحہ طریق مشروع پر منطبق نہیں ہوتے' ورنہ اہلِ دیانت کے نزدیک ان کو کوئی وزن حاصل ہو سکتا ہے'

کیوں کہ وہ ان کی انجام دہی کے لیے اپنا ہی ایک ڈھنگ نکالتا ہے اور اپنی ہی پسند کے مطابق اقدام کرتا ہے۔ لیکن دل میں وہ ان اعمال کو تقرب الی اللہ کا ذریعہ سمجھتا ہے اور پورے خلوصِ نیت سے انھیں بجالاتا ہے' مثلاً ہوا و ہوس کی راہ میں جس دریادلی سے اپنے خزانے لٹاتا ہے اسی کشادہ دلی سے ایک مسجد کی تعمیر پر بھی خرچ کرتا ہے اور اسے سونے چاندی کے نقش و نگار سے خوب مزین کراتا ہے اور اس کو مالی عبادت سمجھتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی مسجد بنانا خود اسراف میں داخل ہے اور اسراف شریعت میں حددرجہ مذموم فعل ہے اور اس وجہ سے خدا کے ہاں اس کی مقبولیت کی کوئی توقع نہیں ہوسکتی' مگر چونکہ سلطان مُسرف ہے اور اس کی رائے میں یہی اسراف انفاق فی سبیل اللہ ہے اور اسے سرانجام دیتے ہوئے وہ یہی یقین کرتا ہے کہ ایسے دینی کاموں میں جتنا زیادہ بڑھ چڑھ کے خرچ کروں گا اتنا ہی خدا کے ہاں مقبول ٹھیروں گا۔ ان خیالات کے ماتحت وہ تقرب الی اللہ کے لیے بیش بہا دولت لٹا دیتا ہے۔

دوسری صورت میں سلطان جابر کا دل خوفِ خدا سے بالکل ہی بے نصیب ہوتا ہے اور وہ اعمال شرعی کو اخلاص سے انجام نہیں دیتا' بلکہ کچھ بطورِ عادت اور کچھ دنیاوی شہرت یا اہلِ خانہ پر تفوّق کے لیے بعض احکامِ شریعت کی اطاعت کرلیتا ہے اور اس پابندیِ شرع کو جاہ وجلال کا لازمہ سمجھتا ہے۔ پس صورتِ اوّل میں تو سلطان کے اعمال کی ظاہری شکل مردود تھی اور اس کی نیت محمود۔ مگر اس دوسری صورت میں باہر بھی کھوٹ ہے اور اندر بھی کثافت!

حواشی

۱- کوئی وجہ نہیں کہ جو سلطان اسلامی مالیات کا نظم تہ و بالا کر رہا ہو اور بالواسطہ ریاست کے اندر معاشی و اقتصادی فساد پھیلا رہا ہو' اس کی کارگزاریوں پر اربابِ دین و دانش چپ بیٹھے رہیں۔ حدیث ابوذر کی رُو سے اتنے صبر کا مطالبہ تو کیا جاسکتا ہے کہ تلوار نہ اٹھائی جائے لیکن یہ صبر بے جا صبر ہوگا کہ زبان اور قلم کو بھی حرکت سے روک رکھا جائے۔ یہ اندیشہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ اگر سلطانِ بخیل کی روک ٹوک ہوتی تو مزید زیادتیوں کا امکان زیادہ ہے اور اگر تنقید و تذکیر اسے بھڑکائے بھی' تو اس کا نتیجہ یہی ہوگا نا کہ سلطان ان حدود سے آگے نکل جائے جن کے اندر اس کے خلاف خروج کی اجازت نہیں ہے۔ اگر ایسا ہو جائے تو کچھ برا نہیں۔ انقلاب کا ایک ریلا از سرِ نو خالص خلافتِ راشدہ کو اُبھار دے گا (ن-ص)

۲- اس روایت سے کوئی غلط فہمی نہ ہو۔ اس کا مدعا یہ نہیں ہے کہ اگر تم سے معصیتِ خالق کا مطالبہ کیا جائے تو بھی اپنے امرا کے غلام رہو۔ ہرگز نہیں اس میں صرف یہ کہا جا رہا ہے کہ اگر امرا تمھارے حقوق تمھیں نہ دیں تو صبر کرو اور نظامِ سمع و طاعت کو برقرار رکھو' یعنی خروج و بغاوت سے اجتناب کرو۔ امرا کا بوجھ امرا کے سر اور تمھارا تمھارے سر۔ لیکن اگر حقوق اللہ ہی کو یہ لوگ پی جائیں تو پھر مسلمان کے لیے اطاعت کو برقرار رکھنا ممکن نہیں ہے (ن-ص)

۳- نیکی اور تقویٰ اور صالحیت حدودِ شرعی کے باہر کہیں نہیں پائی جاتی۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ اس کی شریعت سے آزاد ہو کر آپ اپنے نیک ارادوں کو جس طرح چاہیں پورا کریں' نہیں! بلکہ اسلام کی شریعت سے بے نیاز ہو کر اگر آپ لاکھ تسبیحیں روز پڑھیں اور کروڑ سجدے دن رات میں کرلیں تو بھی آپ متقی اور صالح نہیں ہیں۔ تصوف نے غلطی اگر کی تو یہی کہ تقویٰ کی راہ کو شریعتِ اسلام کی حدودِ اربعہ سے آزاد کر دیا۔ شاہ صاحب نے موقع پر بات واضح کر دی کہ ایسے ''اعمالِ صالحہ'' کو جو طریقۂ مشروع پر منطبق نہ ہوں مومن کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں ملتی۔ (ن-ص)

رمضان کے لیے ہمارے نئے تحفے

رمضان کے چاند سے عید کے چاند تک

قیمت:-/75 روپے

محمود فاروقی کے مشہورِ زمانہ کالم محراب و منبر کا پہلا انتخاب۔ حسنِ بیان کا کمال ہے کہ ایک ہی موضوع کا بار بار بیان ہے مگر نہ تکرار کا احساس ہوتا ہے نہ اُکتاہٹ کا۔ روزے کی عبادت کے سب پہلو ہلکے پھلکے انداز میں عیاں ہوتے جاتے ہیں۔

کلیدِ البقرہ

قیمت:-/15 روپے

طویل ترین سورت کے مطالب و معانی تک رسائی کے لیے خرم مُراد سے کلید حاصل کیجیے۔ یہ سورت آج اُمت مسلمہ کو کیا پیغام اور رہنمائی دیتی ہے؟ تفسیری لٹریچر میں بیش بہا اضافہ۔ اُردو میں پہلی بار (ترجمہ: Key to Al-Baqarah)

نیکی کا موسم

قیمت:-/9 روپے

سردی گرمی کی طرح نیکی کا بھی موسم ہوتا ہے جو رمضان کے عنوان سے آتا ہے۔ اس کی بہاروں کی جھلک دکھانے والی ایک مؤثر جامع عربی تحریر کا ترجمہ۔ رمضان کے ثمرات کو کیسے سمیٹا جائے۔ ترجمہ و تلخیص: طارق نورالٰہی، عبدالجبار بھٹی

آخری سورتوں کے درس۔۲

خُرّم مُراد

سورۃ العصر سے سورۃ الناس تک '۱۲ سورتوں کے درس' کیسٹ اور سی ڈی کے بعد اب کتابی شکل میں

رمضان کے پرہیز

قیمت:-/7.50 روپے

بعض امور میں مسلمان رمضان میں کچھ زیادہ ہی مشغول ہو جاتے ہیں جب کہ ان سے بچنا چاہیے۔ ان کی نشان دہی تاکہ آپ شعوری طور پر پرہیز کر سکیں۔ عربی سے ترجمہ

جنت کا سفر

قیمت:-/160 روپے

خُرّم مُراد کے دل نشین انداز میں۔ زندگی کے مختلف دائروں کے لیے اللہ کے رسول کی عملی رہنمائی۔ احادیث کے یہ ۲۱ مطالعے آپ کو وہ راستے بتاتے ہیں جن پر اس دنیا میں سفر کر کے آپ اپنی منزل جنت تک پہنچ سکتے ہیں۔

قرآن پر عمل

قرآن کی تعلیمات پر روزمرہ زندگی میں واقعتاً عمل کرنے سے خواتین کے معاشرتی مسائل کے اطمینان بخش حل کے منفرد تجربے خواتین کی اپنی زبانی۔

سمیہ رمضان / ظہیرالدین بھٹی

ہمارے رمضان کے ۶ سیٹوں کی تفصیلات کے لیے ہماری فہرست طلب کریں

نقد یا ڈرافٹ کے ساتھ آرڈر دیں یا وی پی طلب کریں

منشورات
manshurat@hotmail.com

لاہور: منصورہ، ملتان روڈ۔ 54790، فون: 042-543 4909، فیکس: 042-543 2194
کراچی: ڈیسنٹ بک پوائنٹ، A/57، بلاک 5، گلشن اقبال۔ فون: 021-496 7661
اسلام آباد: المسعود بک شاپ، شاپ نمبر 3، کرن پلازہ، F-8 مرکز۔ فون: 051-226 1356

پاکستان اسرائیل تعلقات

عالم عرب میں غصہ و صدمہ

عبدالغفار عزیز ○

مجھے وہ لمحات بھلانے سے نہیں بھولتے کہ جب فلسطینی مائیں ہمارے پاؤں پڑتیں کہ خدارا ہمارے بچوں سے پہلے ہمیں ذبح کردو، ہم انھیں ذبح ہوتے نہیں دیکھ سکتیں۔ ہم انھیں ٹھکرا دیتے اور پہلے ان کی آنکھوں کے سامنے ان کے بچے ذبح کرتے، پھر خود انھیں اور پھر آدمیوں اور بوڑھوں کو۔ (اسرائیلی ایجنٹ کا انٹرویو، اسرائیلی ٹی وی، ۷ ستمبر ۲۰۰۵ء)

۲۳ سال پہلے ۱۶ سے ۱۸ ستمبر ۱۹۸۲ء تک صبرا اور شاتیلا کی مہاجر بستیوں میں ۳ ہزار سے زائد فلسطینی مردوں، عورتوں اور بچوں کے بے محابہ قتلِ عام کا ذمہ دار اُس وقت کا وزیر دفاع آرییل شارون تھا۔ وہی وزیر دفاع آج اسرائیل کا وزیر اعظم ہے۔

پرویز مشرف کے الفاظ میں بہادر اور جرأت مند آرییل شارون۔

صبرا و شاتیلا قتلِ عام کی تیئسویں برسی کے موقع پر اس سال بھی ۱۸ ستمبر کو فلسطینی کیمپوں میں احتجاجی مظاہرے ہوئے۔ اس بار ۱۰۰ فرانسیسی، اطالوی، جرمن اور امریکی باشندوں نے بھی ان احتجاجی مظاہروں میں علامتی شرکت کرتے ہوئے شارون کو جنگی درندہ قرار دیا۔ لیکن جب یہ مظاہرے ہو رہے تھے عین اسی لمحے ''امریکی یہودی کانگرس'' کی دعوت پر خطاب کرتے ہوئے

○ ڈائرکٹر امور خارجہ، جماعت اسلامی پاکستان

جنرل پرویز مشرف جنرل شارون کو ایک بار پھر بہادر اور شجاع انسان قرار دیتے ہوئے اس کی حوصلہ افزائی کرنے اور اس کے ساتھ گفت و شنید مزید آگے بڑھانے کی ضرورت پر زور دے رہے تھے۔

کیا یہ محض اتفاق ہے کہ پرویز مشرف کا یہ خطاب صبرا، شاتیلا کیمپ کے قتلِ عام کی برسی کے عین موقع پر ہو؟ اور کیا یہ بھی صرف اتفاق تھا کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان اور صہیونی ریاست کے درمیان پہلے باضابطہ مذاکرات اسلامی خلافت کے آخری مرکز استنبول میں ۲۶ رجب کو یعنی عین شبِ معراج کے موقع پر ہوں اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کا صدر اپنے روسیاہ وزیرخارجہ کے ذریعے شارون کو پیغام دے کہ آج ہم مقامِ معراجِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، سرزمینِ مسجدِ اقصیٰ پر تمھارا غاصبانہ قبضہ تسلیم کرتے ہیں۔

پرویز مشرف کے اس اقدام کی وجہ سے پوری اُمت مسلمہ میں صفِ ماتم بچھی ہوئی ہے۔ تیز رفتار ابلاغیاتی دور میں کہ جب اہم ترین خبریں بھی چند روز کے بعد قدیم قرار پاتی ہیں، آج بھی اس اقدام کے مالہ وما علیہ پر بحث ہو رہی ہے۔ اسلامی ذہن رکھنے والے ہی نہیں اسلامی تحریکوں اور اسلام پسند عناصر کے خلاف لکھنے والے بھی اسے ایک فاش غلطی اور جرم قرار دے رہے ہیں۔ اگر کسی نے پرویز مشرف کے لیے بہت ہی گنجایش نکالی ہے تو صرف یہ کہ قصور پرویز مشرف کا نہیں خود عرب حکمرانوں کا ہے کہ انھوں نے اس جرم کا ارتکاب کرنے میں سبقت کی۔ لیکن جرم کو کارنامہ نہیں قرار دیا گیا۔

الشرق الاوسط سب سے بڑا عرب روزنامہ سمجھا جاتا ہے جو بیک وقت کئی ممالک سے شائع ہوتا ہے۔ عبدالرحمٰن الراشد اس کا ایک سینیئر سیکولر صحافی ہے اور اسلام پسندوں کی تضحیک کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ ۳ ستمبر کے شمارے میں ”پرویز مشرف نے یہ سب کیوں کیا؟“ کے عنوان سے لکھتا ہے کہ ”پرویز مشرف نے فلسطینی عوام کی مدد کرنے، بھارت کے ساتھ حساب برابر کرنے یا اپنی اقتصادی مشکلات پر قابو پانے جیسی جو وجوہات بیان کی ہیں ان سب کے باوجود میری نظر میں پرویز مشرف نے یہ ایک بہت بھیانک غلطی کی ہے۔ اس نے ایک طرف تو ملک کے اندر اپنے مخالفین کے ہاتھ میں ایک مہلک بارود دے دیا ہے اور دوسری طرف اس نے اسرائیل کے ساتھ تعلقات کا کچا پھل، پکنے سے پہلے ہی بیچ ڈالا ہے“۔

وہ مزید لکھتا ہے: ''حقیقت یہ ہے کہ مشرف نے بیروت میں ہونے والی عرب سربراہ کانفرنس میں سعودی عرب کی طرف سے پیش کی جانے والی تجویز کی روشنی میں عرب ممالک کی طرف سے اپنائے جانے والے عرب منصوبۂ امن کو بہت کمزور کردیا ہے۔ پاکستان ایک اہم اور بڑا ملک ہے اور مستقبل کے کسی بھی منصوبہ امن میں اسرائیل پر دباؤ کے لیے اہم کارڈ ثابت ہوسکتا تھا۔ مناسب وقت آنے پر مشرف' اسرائیل کے ساتھ پاکستان کے تعلقات کو ایک مضبوط کارڈ کے طور پر استعمال کرسکتا تھا۔ یہ مناسب وقت ایک فلسطینی ریاست وجود میں آنے کے امکانات دکھائی دینے پر آسکتا تھا نا کہ صرف غزہ سے انخلا پر''۔

الخلیج متحدہ عرب امارات کا اہم روزنامہ ہے۔ اس کی رائے عالمِ عرب اور بالخصوص متحدہ امارات کی پالیسیوں اور احساسات کی عکاسی کرتی ہے۔ اس نے ۱۸ ستمبر کو اپنا اداریہ اس عنوان سے لکھا: ''اسرائیل سے تعلقات کے بارے میں تلخ سوالات''۔ یہ پورا اداریہ پرویز حکومت کے لیے آئینہ ہے۔ اخبار لکھتا ہے:

''ہر عرب انسان کا حق ہے کہ وہ غصّے اور تکلیف سے چلّا تا ہوا پوچھے: عالمِ عرب اور عالمِ اسلامی کی وہ دیواریں ایک ایک کر کے کیوں ڈھے رہی ہیں جو اب تک ممنوعہ علاقوں میں اسرائیلی نفوذ کی راہ میں حائل تھیں۔ کسی بھی عرب شہری بالخصوص فلسطینی شہری کو کیسے باور کروایا جاسکتا ہے کہ یہ سب جو ہو چکا یا جو ہونے جا رہا ہے فلسطین اور اس کے عوام کی خاطر ہے' اس سے انھیں اپنے حقوق واپس ملیں گے۔ اپنی مقدس سرزمین واپس ملے گی اور بے وطن کر دیے جانے والے لاکھوں فلسطین اپنے وطن واپس جاسکیں گے۔

'غزہ سے بظاہر اور پُرفریب انخلا کے علاوہ شارون نے ابھی تک کیا کیا ہے؟ اب بھی غزہ کے بری' بحری اور ہوائی راستے اس کے قبضے میں ہیں۔ سب دروازے اب بھی بند ہیں' سرحدیں اب بھی آگ وخون کے نرغے میں ہیں اور انھیں کسی بھی لمحے دوبارہ روندا جاسکتا ہے۔ غزہ کے عوام آزادی کی خوشیاں منانا چاہتے ہیں لیکن حصار نے ہر خوشی کا دم گھونٹ رکھا ہے۔

'شارون نے یہ تو کیا کہ عاجز آکر اور ہضم نہ کرسکنے کے باعث غزہ سے فوجیں نکال کر ان کی نئی صف بندی کردی تاکہ مغربی کنارے پر اپنے قبضے کو مزید پکا کرلے۔ لیکن کیا شارون نے

کسی ایسی خودمختار فلسطینی ریاست کو قبول کرنے کا عندیہ بھی دیا ہے جو تمام یہودی بستیوں اور بلندوبالا آہنی فصیلوں سے آزاد ہو؟ کیا اس نے بیت المقدس کو اس فلسطینی ریاست کے دارالحکومت کے طور پر قبول کرنے کا اعلان کیا ہے؟ کیا اس نے ملک بدر کیے جانے والے فلسطینیوں کو وطن واپس آنے کا حق دے دیا ہے؟ یا اس نے اپنی جیلوں میں قید ہزاروں فلسطینی قیدیوں کو رہا کر دیا ہے؟

'اسرائیل سے معمول کے تعلقات قائم کرنے اور اس خاطر سر کے بل دوڑتے چلے جانے کے بارے میں اٹھنے والے سوالات بہت تلخ ہیں۔ یہ ایک دہشت گرد کو بہادر، امن پسند قرار دینے اور ہاتھ لمبے کر کر کے اس سے گلے ملنے کا دور ہے۔ یہ مظلوم کو دہشت گرد قرار دینے، اس کا پیچھا کرنے، اس کا محاصرہ کرنے اور اسے صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا دور ہے''۔

یہ کسی بنیاد پرست اسلام پسند یا رجعت پسند مُلّا کی تحریر نہیں، اہم خلیجی ریاست کے اہم روزنامے کا اداریہ ہے اور اس طرح کی ایک دو نہیں سیکڑوں تحریریں پوری دنیا میں لکھی گئیں اور لکھی جارہی ہیں۔ ۱۶ ستمبر کے اماراتی اخبار البیـان میں مستقل کالم نگار عبدالوہاب بدر ''شرمناک جرائم'' کے عنوان سے لکھتے ہیں:

''اس سے زیادہ بے حیائی اور ڈھٹائی کی بات اور کوئی نہیں ہوگی کہ شارون تو نیویارک میں عالمی کانفرنس میں جانے سے پہلے بھی یہ بیان دے کہ مغربی کنارے میں مزید یہودی بستیاں تعمیر کی جائیں گی، لیکن اس کے باوجود اسے غزہ سے انخلا کے اپنے ''جرأت مندانہ'' اقدام پر مبارک بادیں وصول ہو رہی ہوں۔ وہ یقیناً جی ہی جی میں ہنستا ہوگا کہ اس دنیا کا باوا آدم ہی نرالا ہو چکا ہے، وہ اسرائیلی دھوکوں کو بھی سچ مان رہی ہے''۔

کچھ عرصے پہلے تک مصر کے وزیرخارجہ رہنے والے احمد ماہر خود مشرق وسطیٰ امن منصوبے میں شریک رہے ہیں۔ ۱۶ ستمبر کے الشرق الاوسط میں لکھتے ہیں: ''کوئی بھی چیز ہمیں شارون کے اس عظیم دھوکے اور فراڈ کی حقیقت سے غافل نہ کر پائے۔ شارون اس فریب کی قیمت وصول کرنا چاہتا ہے۔ وہ مزید امریکی مالی اور سیاسی امداد کے علاوہ کئی عرب اور غیرعرب ممالک کو ورغلانا چاہتا ہے۔ وہ ان سے اپنے لیے اچھے کردار کا ایسا سرٹیفیکیٹ حاصل کرنا چاہتا ہے جس کا وہ قطعاً حق دار نہیں، کیونکہ

اس کے حقیقی ارادے جاننے کے لیے کسی کو اس کا سینہ چیر کر دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے''۔

یہ تو ان لاتعداد مضامین' اداریوں اور تجزیوں کی ایک جھلک ہے کہ جن کے لکھنے والے کوئی اسلامی شناخت نہیں رکھتے۔ رہے اسلامی عناصر تو دنیا بھر کی اسلامی تحریکوں' سیاسی جماعتوں اور آزاد صحافیوں نے اُمت کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ اس ترجمانی میں افسوس بھی تھا' صدمہ بھی تھا اور پاکستان و فلسطین کے مستقبل کے حوالے سے گہری تشویش بھی۔ پارٹیوں' ان کے سربراہوں اور مسلم دانش وروں کے بیانات کی فہرست بہت طویل ہے' یہاں صرف ایک معروف مصری صحافی فہمی ہویدی کے ایک مقالے سے چند اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ فہمی ہویدی گذشتہ سال پرویز مشرف کی طرف سے بلائی جانے والی اس کانفرنس میں بھی شرکت کر چکے ہیں جو انھوں نے اپنی روشن خیالی کے پرچار کے لیے دنیا بھر سے معتدل و مؤثر دانش وروں اور اہلِ قلم کو اسلام آباد میں جمع کر کے منعقد کی تھی۔

فہمی ہویدی لکھتے ہیں: ''گذشتہ ہفتے دنیا میں تین آفات ٹوٹیں۔ امریکی ریاست لویزیانا میں تباہ کن طوفان کترینا' امام کاظم کی برسی کے موقع پر بغداد کے ائمہ پل پر لوگوں میں بھگدڑ مچ جانے کے باعث دریائے دجلہ میں ہزار سے زائد انسانی جانوں کا اتلاف اور پاکستان و اسرائیل کے درمیان سفارتی تعلقات قائم کرنے کا اعلان۔ تینوں آفات میں مشترک عنصر یہ تھا کہ تینوں کے نتیجے میں پہنچنے والا صدمہ بہت بھاری تھا اور تینوں ایسی جگہوں سے آئیں کہ جہاں سے کسی کو ان کی توقع نہیں تھی۔ فرق ان تینوں میں یہ ہے کہ پہلی دونوں تو ایک انسانی المیہ تھیں' جب کہ تیسری آفت انسانی المیہ ہونے کے ساتھ ساتھ گہرا سیاسی اثر بھی رکھتی ہے۔

'پاکستان کے اندرونی حالات اور اس کی گہری اسلامی شناخت کے تناظر میں میرا خیال ہے کہ اسلام آباد نے بہت مہیب غلطی کا ارتکاب کیا ہے۔ جس کے باعث موجودہ حکومت کو ہلا دینے والے واقعات جنم لیں گے' جب کہ حکومت کو درپیش مشکلات سے سب لوگ پہلے ہی آگاہ ہیں۔ ان مشکلات کا ایک مظہر خود صدر مشرف پر ہونے والے قاتلانہ حملے بھی ہیں۔

'اگر ہم پاکستان کے اندرونی حالات سے صرفِ نظر بھی کر لیں تب بھی اس فیصلے پر ایک آفت ہونے کا ہی اطلاق ہوگا کیونکہ پاکستان اسرائیل سفارتی تعلقات شروع کرنے کا سیدھا

سادھا مطلب یہی ہے کہ عالمِ اسلام میں ایک سیاسی حرام کو حلال قرار دے دیا گیا ہے...... ترکی کی تو اٹھان ہی سیکولر، مغرب کی گود میں کھیلنے والے، اسلام اور عربیت سے نفرت کرنے والے کی حیثیت سے ہوئی تھی، جب کہ پاکستان نے اپنی یہ حیثیت و جواز اسلامی شناخت کے باعث حاصل کیا تھا اور گذشتہ پوری تاریخ میں مسئلہ فلسطین پاکستانی عوام کے وجدان میں رچا بسا رہا ہے۔ رہا سوال بعض دیگر ممالک کے خفیہ رابطوں کا، تو یقیناً یہ بھی ایک مکروہ و ناپسندیدہ فعل ہے جو بہرحال علی الاعلان منکر کے ارتکاب سے کم برا قرار پائے گا...... بلاشک پاکستانی فیصلہ اس سلسلے میں ''رہبر'' قرار پائے گا جو کئی مسلم ممالک کو اپنی پیروی کرنے پر اُبھارے گا۔

'اس پاکستانی فیصلے سے دو امور واضح ہو کر سامنے آئے ہیں: ایک تو یہ کہ اسرائیل بعض لوگوں کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا ہے کہ غزہ سے انخلا کے ذریعے اس نے آزاد فلسطینی ریاست کے قیام کا دروازہ کھول دیا ہے اور دوسرا یہ کہ یہ فیصلہ پاکستانی حکومت کی پالیسیوں اور فیصلوں پر امریکی تسلط کی واضح اور کھلی دلیل ہے۔۔۔خود اسرائیل کے لکھنے والوں نے اس اقدام کا خیر مقدم کرتے ہوئے اسے ایک ''تاریخی اقدام'' قرار دیا ہے۔ انھوں نے بصراحت یہ لکھا ہے کہ پاکستان نے یہ اقدام واشنگٹن میں سندِ قبولیت حاصل کرنے کے لیے اٹھایا ہے۔ ایک اسرائیلی کالم نگار نے لکھا ہے کہ اسرائیل کی حیثیت ٹکٹ گھر کی ہے۔ امریکی حکومت کا دل جیتنے کی کوشش کرنے والے ہر شخص کو اسی کھڑکی سے گزرنا پڑتا ہے اور ہمیں اپنی اس حیثیت پر خوشی ہے۔ اسرائیل کے لیے یہ کافی ہے کہ ٹکٹ کی قیمت ہمیشہ اس کی جیب میں جاتی ہے''۔

یہ ایک جھلک ہے ان مضامین و تجزیوں کی جو تمام مسلمان ممالک کے ذرائع ابلاغ میں شائع ہوئے۔ ان کے علاوہ عوامی ردعمل کی ایک وسیع لہر بھی دن بدن وسیع تر ہو رہی ہے۔ مسجدوں اور مجلسوں میں گلیوں اور بازاروں میں، چائے خانوں اور ایوانوں میں ہر جگہ پاکستان اسرائیل تعلقات زیربحث ہیں۔ پاکستان کے بعد انڈونیشیا، قطر اور بحرین کے حوالے سے بھی خبریں شائع ہو چکی ہیں کہ کسی نے صہیونی ریاست سے تجارت پر پابندی اٹھا لی ہے تو کوئی صہیونی ذمہ داران سے ملاقات کر چکا ہے۔ ان کے بارے میں بھی عوامی حیرت و نفرت کا اظہار کیا جا رہا ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ ان کا جرم پاکستان کے نامۂ اعمال میں بھی شامل کیا جا رہا ہے۔ مقبوضہ فلسطین کے کئی

علاقوں میں پاکستان کے اس اقدام کے خلاف مظاہرے ہو چکے ہیں۔ خود فلسطینی اتھارٹی کے ذمہ داران باصرار کہہ چکے اور کہہ رہے ہیں کہ فیصلہ سراسر پرویز حکومت کا فیصلہ ہے۔ محمود عباس انتظامیہ کا اس سے کوئی تعلّق نہیں ہے۔ ان کے ایک ذمہ دار نے راقم کو بتایا کہ پاکستان سے اسرائیل بھیجے جانے والے وفد کے بارے میں بھی ہم نے حکومت سے درخواست کی ہے کہ اپنا وفد غزہ تو بھیج دیں لیکن اسے القدس نہ بھیجیں کیونکہ اسرائیلی تسلط میں وہاں کا دورہ اس اعلان کے مترادف ہوگا کہ ہم اس پر یہودی قبضہ تسلیم کرتے ہیں اور صہیونی انتظامیہ کے مہمان کی حیثیت سے وہاں جانے پر بھی معترض نہیں ہیں۔ پاکستان کے اس بیان پر کہ ہم امن مذاکرات میں فلسطینی عوام کا ساتھ دینا چاہتے ہیں، محمود عباس انتظامیہ کے اس ذمہ دار نے استہزائیہ تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ فلسطینی عوام مذاکرات کے علاوہ جہاد بھی کررہے ہیں۔ پاکستان اس میں ہمارا ساتھ کیوں نہیں دیتا۔

اس تمام احتجاج، اظہار کرب اور غم و غصّے کی عالمی لہر کے باوجود امریکی یہودی کانگرس سے اپنے ''تاریخی'' خطاب میں پرویز مشرف نے اسی راہ پر مزید آگے بڑھنے کا عندیہ دیا ہے۔ یہ یہودی کانگرس صہیونی اور اسرائیلی مفادات کی سب سے بڑی محافظ تنظیم ہے۔ امریکی صدور بھی ہر برس وہاں جاکر اپنی اسرائیل نوازی کی ضمانت دیتے ہیں۔ پرویز مشرف کو وہاں بلانے کا مقصد بھی یہی تھا جو انھوں نے پورا بھی کیا، دوسرا مقصد یہ تھا کہ عالمِ اسلام، بالخصوص مسلم عوام میں یہودیوں کے متعلّق پائی جانے والی نفسیاتی دیوار توڑی جائے۔ کسی بھی سطح پر یہودی ذمہ داران سے ملنے میں کسی کو تردد نہ رہے اور تعلقات معمول میں لانے کا عمل مزید تیزی سے مکمل ہو۔

پرویز مشرف کے خطاب میں سب سے قابلِ اعتراض اور باعث استعجاب بات ان کا یہ کہنا تھا کہ ''اسرائیل سے ہمارا براہِ راست کوئی تنازعہ نہیں ہے اور ہمیں اسرائیل سے کوئی خطرہ نہیں ہے''۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ قبلہ اوّل اور مسجد اقصیٰ پر صہیونی قبضہ دنیا کے ہر مسلمان کا اسرائیل سے براہِ راست تنازعہ ہے۔ اور کیا وہ نہیں جانتے کہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام صہیونی انتظامیہ کی آنکھ میں کانٹے کی طرح کھبا ہوا ہے۔ ذرا بتایئے آخر ایران کا صہیونی انتظامیہ سے کیا براہِ راست تنازعہ ہے کہ ان کی نظر میں ایران کا ایٹمی پروگرام اس وقت علاقائی اور عالمی امن کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ یہ سوال دنیا بھر میں پرویز مشرف سے پوچھا جارہا ہے۔ ثریا الشہری ایک معروف عرب

کالم نگار ہے۔ ۵ ستمبر کے الشرق الاوسط میں ان کا کالم شائع ہوا ہے: ''اسلام آباد اور تل ابیب: کیا اسرائیلی عوام نے بھی فریق ثانی کو قبول کرلیا ہے''۔ اس کالم میں انھوں نے اسرائیلی معاشرے میں مسلمانوں اور عربوں کے متعلق پائی جانے والی گہری نفرت اور شدید تعصب کے بارے میں اعداد و شمار اور متعصب صہیونی مدارس کا حوالہ دیتے ہوئے پرویز مشرف سے پوچھا ہے کہ آپ تو آگے بڑھ بڑھ کر ان سے مل رہے ہیں۔ کیا آپ نے اسرائیلی معاشرے میں اپنے اور مسلمانوں بلکہ ہر غیر یہودی کے لیے پائی جائے اور مسلسل پھیلائی جانے والی نفرت کا بھی جائزہ لیا ہے۔

گذشتہ دنوں فلسطین کی تحریک حماس کے ایک مرکزی ذمہ دار سے ملاقات ہوئی۔ وہ شدید صدمے کی حالت میں تھے۔ کہنے لگے پاکستان ہماری مدد نہیں کرسکتا تھا تو ایک کڑے وقت میں پیٹھ میں چھرا تو نہ گھونپتا۔ پھر کہنے لگے: پہلے صہیونی وزیراعظم بن گوریون نے اسرائیل کا دفاعی نظریہ پیش کرتے ہوئے کہا تھا کہ اسرائیل صرف اسی وقت محفوظ و مامون ہوسکتا ہے جب ہم ترکی، حبشہ (اریٹریا/ایتھوپیا) اور ایران پر مشتمل ایک دفاعی تکون تشکیل دے لیں، یعنی ان تینوں ممالک میں اپنے اثر و نفوذ اور تسلط کو یقینی بنالیں۔ اس دفاعی نظریے کا جائزہ لیں تو اریٹریا اس وقت بحراحمر میں اسرائیل کا سب سے قابلِ اعتماد حلیف اور جاسوسی و عسکری اڈہ ہے۔ ترکی کی فوج، وہاں کے ذرائع ابلاغ اور تجارت میں اسرائیلی اثر و نفوذ کسی سے مخفی نہیں، ترکی میں اصل حکمرانی اسی مثلث کی ہے۔ البتہ ایران سے شاہ کے خاتمے کے بعد سے لے کر اب تک یہ خواب خاک میں ملا ہوا ہے۔ ایران کی کمی بھارت سے اپنے تعلقات کے ذریعے پوری کرنے کی سعی کی گئی ہے لیکن ایک تو بھارتی حکومت فیصلوں کا حق ہمیشہ اپنے ہاتھ میں رکھنے پر مصر ہوتی ہے اور دوسرے یہ کہ بھارت صہیونی گٹھ جوڑ عالمِ اسلام میں مثبت فوائد کے بجائے ردعمل اور تشویش و نفرت کا باعث بنتا ہے۔ بن گوریون کے الفاظ میں بھی: ''چونکہ ہندستان میں بسنے والوں کی اکثریت ہندوؤں کی ہے جن کے دلوں میں صدیوں سے مسلمانوں کے خلاف دشمنی اور نفرت بھری پڑی ہے، اس لیے ہندستان ہمارے لیے اہم ترین اڈا ہے جہاں سے ہم پاکستان کے خلاف ہر قسم کی کارروائیاں کرسکتے ہیں۔ یہ بہت ضروری ہے کہ ہم اس نہایت کارآمد اڈے سے پورا فائدہ اٹھائیں اور انتہائی چالاک اور خفیہ کارروائیوں سے پاکستانیوں پر زبردست وار کر کے انھیں کچل کر رکھ دیں''۔

حماس کے ذمہ دار کا خیال تھا کہ اب اسرائیل بن گوریون کے دفاعی نظریے میں ترمیم کر کے یہ دفاعی تکون حبشہ' ترکی اور پاکستان پر مشتمل کرنا چاہتا ہے جس کے لیے ایک طرف تو بھارت کے ذریعے دھمکیوں اور خفیہ کارروائیوں کی زد میں رکھتے ہوئے پاکستان کو مکمل طور پر اپاہج کرنا ضروری ہے اور دوسری طرف اسے براہِ راست صہیونی گرفت میں لینا اور گرفت میں لینے کے لیے مالی لالچ دینا' تعریفوں کے پُل باندھنا اور وسیع تر تعلقات قائم کرنا ضروری ہے۔ کیا پاکستان کے سیاہ و سفید کے مالک بننے والے اس خطرے اور اس کی سنگینی سے آگاہ ہیں؟ کیا کوئی اس خطرے کے سدباب کا ارادہ و ہمت رکھتا ہے؟ اگر خدانخواستہ نہیں' تو وہ جان لیں کہ پاکستان کے عوام یہ ارادہ بھی رکھتے ہیں' اور اللہ کی توفیق سے اس کی ہمت بھی۔

خودکُش دہشت گردی کی وجہ؟

بنیاد پرستی یا غیرملکی تسلّط

مسلم سجاد

حال ہی میں یونی ورسٹی آف شکاگو کے پروفیسر رابرٹ پاپ (Robert Pape) نے ایک کتاب *Dying To Win* (فتح کے لیے مرنا) خودکُش دہشت گردی کے موضوع پر لکھی ہے۔ یہ موضوع بھی ہمارا ہے، لیکن شاید پاکستان یا عرب دنیا میں کہیں اس طرح کا ریکارڈ اور تحقیقی مطالعہ نہ کیا گیا ہو۔ مصنف نے ایک انٹرویو میں بتایا ہے کہ اس کے پاس اس طرح کے دہشت گردوں کا ایک پورا ڈیٹا بیس ہے جس میں ۱۹۸۰ء سے ۲۰۰۴ء تک خودکُش دہشت گردوں کی نام بہ نام ہر ایک کے بارے میں تفصیلات موجود ہیں۔ یہ صرف اخباری اطلاعات پر مبنی نہیں ہے بلکہ متعلقہ فرد کے اہل خانہ سے ملاقاتیں کی گئی ہیں اور ان کی اپنی زبان (عربی، روسی اور تامل) میں بات چیت کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مصنف سے ایک انٹرویو لیا گیا ہے جو The American Conservative (۱۸ جولائی ۲۰۰۵ء) میں شائع ہوا ہے۔ یہ تحریر اسی انٹرویو پر مبنی ہے۔

رابرٹ پاپ کا کہنا ہے: 'ان معلومات کے نتیجے میں اس سے ایک بالکل مختلف تصویر اُبھرتی ہے جو ہمیں امریکا میں دکھائی جارہی ہے۔ دہشت گردی کی تحریک کو غذا کس چیز سے مل رہی ہے؟ عام طور پر لوگ سمجھتے ہیں، اس کا اسلامی بنیاد پرستی سے تعلق ہے، لیکن ایسا نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس کے پیچھے ایک واضح اسٹرے ٹیجک مقصد ہے: وہ سرزمین جس کو دہشت گرد اپنی مادرِ وطن سمجھتے ہیں وہاں سے جدید جمہوریتوں [مغربی ممالک] کو اپنی فوجیں واپس بلانے پر مجبور کرنا۔

لبنان سے سری لنکا تک' چیچنیا سے کشمیر اور دریاے اُردن کے مغربی کنارے تک' ہر خودکُش دہشت گرد مہم کے تمام واقعات کے تقریباً ۹۵ فی صد کا ہدف یہی تھا'۔

مصنف کہتا ہے: 'امریکا میں تو یہی کہا جاتا ہے کہ اگر ہم دہشت گردوں سے وہاں لڑلیں تو ہمیں ان سے یہاں اپنی زمین پر نہیں لڑنا پڑے گا۔ اگر ہم صاف دلی سے دیکھیں تو حقیقت یہ ہے کہ یہ دہشت گردی اسلامی بنیاد پرستی کی وجہ سے نہیں ہے' بلکہ غیرملکی قبضے کا ردعمل ہے۔ اس لیے مسلم معاشروں کو فوجی قوت کے ذریعے تبدیل کرنے کی ہماری کوشش کا نتیجہ اُلٹا ہی ہوگا کہ ہم یہاں اپنے گھر میں اور زیادہ خودکُش حملوں کا نشانہ بنیں گے۔ ۱۹۹۰ء سے امریکا نے جزیرہ نماے عرب میں لاکھوں کی تعداد میں فوج بٹھا رکھی ہے۔ امریکی فوج کی یہی موجودگی' اسامہ بن لادن اور القاعدہ کے گرد لوگوں کو جمع ہونے کا سب سے بڑا محرک ثابت ہوئی ہے۔ ہمارے جن پالیسی سازوں کا استدلال یہ ہے کہ بہتر ہے کہ یہ حملے وہاں ہوتے رہیں' لیکن وہ یہ بات فراموش کر دیتے ہیں کہ یہ عمل ایسا نہیں ہے کہ جس میں رسد محدود ہو اور صرف چند سو دہشت گرد یا مذہبی دیوانے یہ کرنے کے لیے آمادہ ہوں' بلکہ یہ ایک ایسا عمل ہے جس سے طلب اور رسد دونوں میں اضافہ ہوتا ہے' مثلاً عراق پر ہمارے حملے نے دہشت گردی کو تحریک دی ہے اور خودکُش دہشت گردی کو ایک نئی زندگی مل گئی ہے۔

رابرٹ پاپ تجزیہ کرتا ہے: 'اسامہ بن لادن کی تقریریں چالیس چالیس' پچاس پچاس صفحوں پر مشتمل ہوتی ہیں اور ان میں پہلی بات یہی ہوتی ہے کہ امریکی فوجیوں کو اس سرزمین سے نکالا جائے'۔ ۱۹۹۶ء میں اسامہ نے کہا تھا: ''امریکا کا منصوبہ یہ ہے کہ عراق کو ختم کریں' اس کے تین ٹکڑے کریں' ایک اسرائیل کو دیں تاکہ وہ اپنی سرحدیں وسیع کرے' اور پھر یہی کچھ سعودی عرب کے ساتھ کریں۔ ہم اس پیش گوئی کو حرف بحرف سچا ثابت کر رہے ہیں۔ اس طرح اسامہ کی اپیل میں بڑی کشش پیدا ہوگئی ہے'۔

'سوال پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان علاقوں میں امریکی افواج کی موجودگی کو زیادہ وزن دیا جائے' یا مغرب کو تہذیبی طور پر مسترد کرنے کے جذبے کو؟ حقائق بتاتے ہیں کہ اس ردعمل میں اصل چیز' ان علاقوں میں امریکی افواج کی موجودگی ہے۔ اگر اسلامی بنیاد پرستی ہی ان خودکش حملوں کی

اصل محرک ہوتی تو دنیا کی بڑی بڑی اسلامی بنیاد پرست حکومتوں میں دہشت گردوں کی اکثریت ہوتی' لیکن عراق اور سعودی عرب سے تین گنا زیادہ آبادی والے ۷ کروڑ مسلمانوں کے ملک ایران سے کوئی بھی دہشت گرد پیدا نہیں ہو رہے' اور نہ عراق میں یہ ایران سے آرہے ہیں۔ پھر ۲ کروڑ آبادی کا ملک سوڈان انتہائی بنیاد پرست ہے۔ اسامہ بن لادن نے تین سال یہاں بھی گزارے ہیں' لیکن یہاں سے کوئی بھی حملہ نہیں ہوا۔ خود عراق کو دیکھیے' ہمارے حملے سے پہلے عراق کی تاریخ میں کسی خودکُش حملے کا ریکارڈ نہیں ہے۔ لیکن ہمارے حملے کے بعد اس میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ۲۰۰۳ء میں ۲۰ حملے' ۲۰۰۴ء میں ۴۸ حملے اور ۲۰۰۵ء کے پہلے پانچ مہینوں میں ۵۰ سے زیادہ۔ امریکی افواج کی موجودگی کی وجہ سے ان حملوں میں ہر سال دگنا اضافہ ہو رہا ہے'۔

رابرٹ پاپ وضاحت کرتا ہے: '۱۹۸۰ء کے بعد سے ہونے والے اُن ۴۶۲ خودکُش حملوں کا میں نے پورا ریکارڈ جمع کیا ہے جس میں حملہ آور نے اپنا مشن بھی مکمل کیا اور اپنے آپ کو ہلاک بھی کر دیا۔ ان میں چند ہی وہ ہیں جو کسی دہشت گرد گروپ سے طویل عرصے تک سے وابستہ رہے ہوں۔ زیادہ تر کے لیے تشدد کا پہلا تجربہ خود ان کا یہ حملہ ہی ہوتا ہے۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ہمارے حملے سے پہلے عراق میں دہشت گرد تنظیمیں ہمارا انتظار کر رہی تھیں۔ امر واقع یہ ہے کہ ہمارے حملے اور عراق پر کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش نے خودکُش دہشت گرد پیدا کیے ہیں۔ ہماری اطلاعات کے مطابق دہشت گرد زیادہ تر عراقی سنی اور سعودی باشندے ہیں۔ یہی وہ دو علاقے ہیں جہاں ہماری افواج موجود ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہماری خودکُش دہشت گردی کی منطق درست ہے'۔

وہ دعویٰ کرتا ہے کہ القاعدہ کی ایک خفیہ دستاویز سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ اگلی مختصر مدت میں امریکا پر حملہ کرنے کے بجائے اس کے حلیفوں کو نشانہ بنائیں گے تاکہ دہشت گردی کے خلاف قائم اتحاد ٹوٹ جائے۔ اس دستاویز میں یہ بحث موجود ہے کہ حملہ برطانیہ پر کریں' پولینڈ پر یا اسپین پر۔ یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ اسپین پر مارچ ۲۰۰۴ء کے انتخابات سے پہلے حملہ کیا جائے تو وہ اپنی فوجیں واپس بلالے گا اور پھر دوسرے بھی یہی کریں گے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔ اس دستاویز کے علم میں آجانے کے بعد میڈرڈ میں حملہ ہوا' اسپین نے فوجیں واپس بلالیں' اور کچھ دوسرے ممالک نے

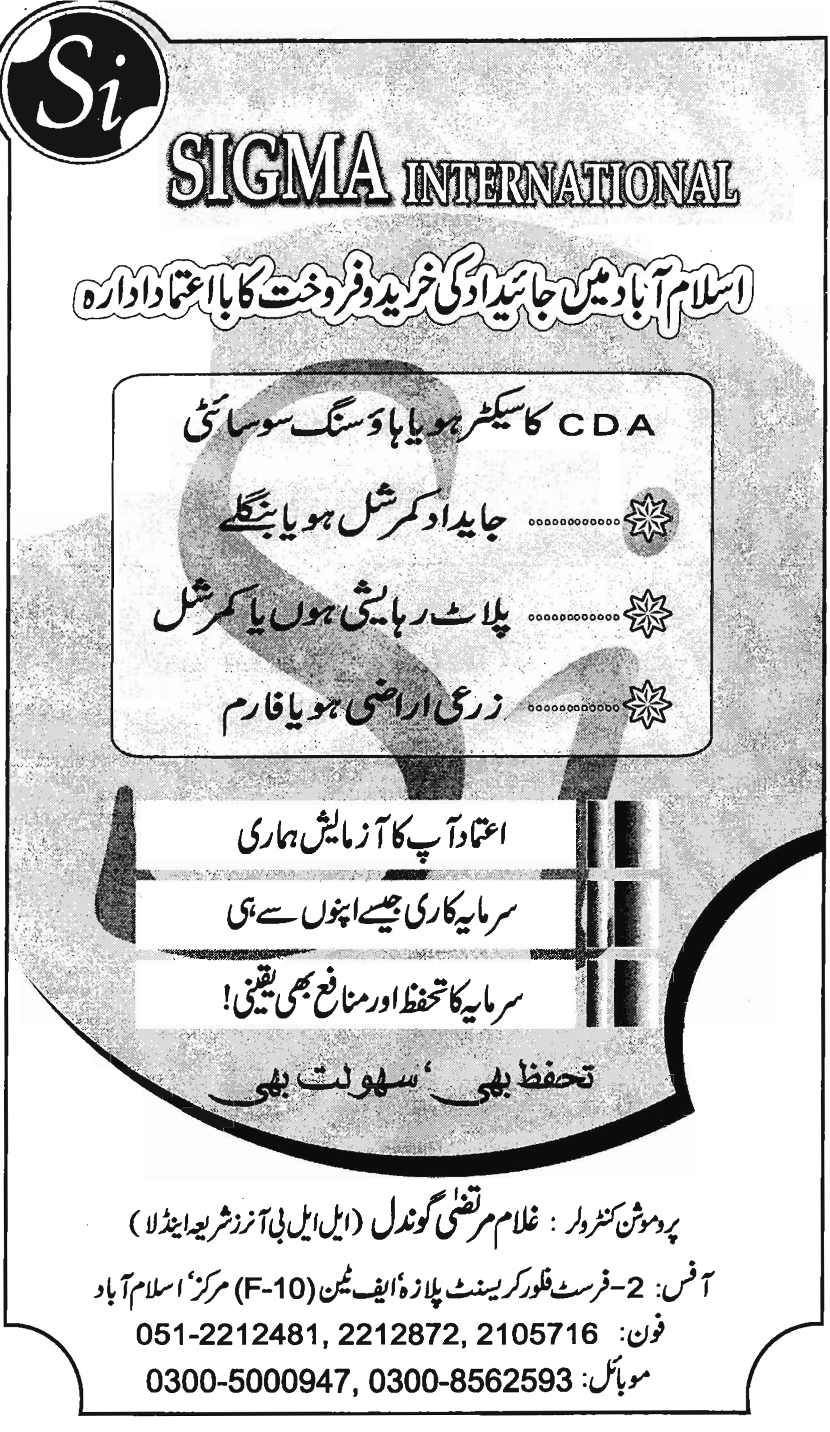
بھی۔ القاعدہ نے ۲۰۰۲ء میں ۱۵ خودکُش حملے کیے ہیں۔ یہ نائن الیون سے پہلے کے مجموعی حملوں سے زیادہ ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ہماری تمام تر کوششوں کے باوجود القاعدہ کمزور نہیں ہوئی بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہے۔

پوچھا جاتا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فتح کا کیا مطلب ہے؟ فتح یہ ہے کہ ہمیں اپنا کوئی اہم مفاد قربان نہ کرنا پڑے اور نہ امریکی باشندے خودکُش حملوں کی زد میں آئیں، یعنی ہمیں تیل کی فراہمی برقرار رہے اور دہشت گردوں کی کوئی نئی نسل پیدا نہ ہو۔ ۷۰ء اور ۸۰ء کے عشروں میں ہم نے اپنے یہ مقاصد عرب سرزمین پر اپنا کوئی فوجی بھیجے بغیر حاصل کیے۔ اب بھی اسی حکمت عملی کی ضرورت ہے۔

دیکھا جائے تو ہر غیرملکی تسلط سے خودکُش دہشت گردی پیدا نہیں ہوتی۔ یہاں مذہب کا دخل سامنے آتا ہے مگر اس طرح کا نہیں جس طرح کا لوگ سوچتے ہیں۔ اگر قبضہ کرنے والے اور مقبوضہ معاشرے اور علاقے کے مذاہب مختلف ہیں تو دہشت گردی کا عمل سامنے آتا ہے۔ لبنان اور عراق میں بھی یہی وجہ ہے اور ایسا ہی معاملہ سری لنکا میں سنہالی بدھ اور تامل ہندوؤں کا ہے۔ مذہبی فرق کی وجہ سے دہشت گرد رہنما قابض حکمرانوں کا خراب نقشہ پیش کرتے ہیں لیکن ضروری ہے کہ قبضہ کرنے والا وہاں ہو۔ اگر قابض فوج وہاں موجود نہ ہو تو اسامہ بن لادن خواہ کتنی ہی دلیلیں دے، اس کے مخاطب لوگوں میں اس کا کوئی وزن نہ ہوگا۔ چونکہ ہماری فوجیں وہاں موجود ہیں، اس لیے ہم اس کی اس بات کا جواب نہیں دے سکتے۔

رابرٹ پاپ کے بقول: 'یہ سمجھا جاتا ہے کہ امریکی فوج واپس چلی جائے تب بھی یہ حملے بند نہ ہوں گے۔ لیکن میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہے۔ گذشتہ ۲۰ برس کی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ دہشت گردوں کے وطن سے اگر غیرملکی فوج واپس چلی جائے تو عموماً حملے فوراً رک جاتے ہیں۔ لبنان سے اسرائیلی فوجیں واپس چلی گئیں تو دہشت گردوں نے ان کا پیچھا تل ابیب تک نہیں کیا۔ فلسطین کی دوسری تحریک انتفاضہ میں بھی یہی صورت دیکھی جاسکتی ہے۔ اسرائیل کے صرف یہ وعدہ کرلینے سے کہ وہ علاقے خالی کرے گا، حملوں میں کمی آگئی۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ افواج کی واپسی مزید خودکش حملہ آوروں کی بھرتی کے امکانات کو کم کردیتی ہے'۔

رابرٹ سے پوچھا گیا کہ اس کا امکان کہاں تک ہے کہ کسی امریکی شہر میں وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار (WMD) استعمال کیے جائیں؟ اس نے جواب دیا: 'اس کا بیش تر انحصار اس پر ہے کہ ہماری مسلح افواج کتنے عرصے تک خلیج میں رہتی ہیں۔ امریکا مخالف دہشت گردی' خودکش دہشت گردی اور تباہ کن دہشت گردی کا مرکزی محرک غیرملکی قبضہ' یعنی دوسرے ممالک میں ہماری افواج کی موجودگی کا ردعمل ہے۔ ہماری افواج دنیاے عرب میں جتنی دیر قیام کرتی ہیں کسی نہ کسی نائن الیون کا اندیشہ موجود ہے' خواہ یہ خودکش حملہ ہو' جوہری حملہ ہو یا حیاتیاتی۔ (اخذ و تلخیص)


Si
SIGMA INTERNATIONAL
اسلام آباد میں جائیداد کی خرید و فروخت کا با اعتماد ادارہ
CDA کا سیکٹر ہو یا ہاؤسنگ سوسائٹی
جائیداد کمرشل ہو یا بنگلے
پلاٹ رہائشی ہوں یا کمرشل
زرعی اراضی ہو یا فارم
اعتماد آپ کا آزمائش ہماری
سرمایہ کاری جیسے اپنوں سے ہی
سرمایہ کا تحفظ اور منافع بھی یقینی!
تحفظ بھی، سہولت بھی
پروموشن کنٹرولر : غلام مرتضیٰ گوندل (ایل ایل بی آنرز شریعہ اینڈ لا)
آفس: 2-فرسٹ فلور کریسنٹ پلازہ، ایف ٹین (F-10) مرکز، اسلام آباد
فون: 051-2212481, 2212872, 2105716
موبائل: 0300-5000947, 0300-8562593

نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

عبدالستار

خط تو بہت آتے ہیں لیکن اس خط کی اپنی بات ہے۔ پڑھیں تو پڑھتے رہ جائیں' سوچیں تو سوچتے رہ جائیں۔ یااللہ! ہم مسلمان کس چیز کو چھپائے بیٹھے ہیں! ہر کلمہ پڑھنے والا اس جذبے سے سرشار ہو جائے تو دنیا کیا سے کیا ہو جائے۔ (ادارہ)

میری عمر ۴۴ سال ہے۔ پچھلے پانچ سالوں سے جیل میں ناکردہ گناہ کی سزا کاٹ رہا ہوں۔ قید تو ۱۵ سال کی ہے لیکن اللہ جل جلالہ جانتے ہیں کہ کب رہائی ہوگی۔ قید کیوں کاٹ رہا ہوں؟ یہ ایک لمبی کہانی ہے۔ آپ نے حوصلہ افزائی کی تو پھر دوبارہ ان شاء اللہ تفصیل سے لکھوں گا۔ آپ کو خط لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ آپ کی توجہ ایک واقعے کی طرف مبذول کروانا چاہتا ہوں۔

قصہ یوں ہے کہ میں اس جیل کے ایک یونٹ کا قائم مقام امام ہوں۔ اس جیل میں تقریباً ساڑھے تین ہزار قیدی ہیں۔ اس جیل میں ایک خاص یونٹ ہے' جس میں تقریباً ۳۰۰ قیدی ہیں۔ یہ یونٹ خاص طور پر قانون ساز اداروں سے تعلق رکھنے والے افراد پولیس' وکیل' جج' ایف بی آئی' کسٹم' سی آئی اے اور دیگر قانون ساز اداروں سے تعلق رکھنے والے افسروں کے لیے ہے۔ میں بھی پہلے ایک فیڈرل ایجنسی میں ملازمت کرتا تھا۔ بات یوں ہے کہ چند مہینے پہلے کسی قیدی نے مجھے ترجمان القرآن مئی ۲۰۰۰ء کا ایک پرانا شمارہ دیا۔ میں نے ایک سرسری نظر ڈال کر ایک طرف رکھ دیا۔ ایک دن کرنے کے لیے کچھ نہیں تھا تو میں نے شمارے کی ورق گردانی کی اور خرم مراد صاحب کا مضمون ''دعوتِ عام کی بنیادیں'' دھیان سے پڑھا۔ اُن کی باتیں دل کو لگیں۔

اگلے جمعہ کو اُن کے مضمون سے کچھ حصّے لے کر انگریزی میں ترجمہ کیا اور جمعۃ المبارک کے خطبے کے دوران وہ سب باتیں دہرائیں۔ سبحان اللہ، جمعہ کی نماز کے بعد سات افراد نے اسلام قبول کیا، جن میں دو جیل کے اہل کار بھی شامل تھے۔ یہ میرے لیے تو ایک بہت بڑی بات تھی۔ جب سے اسلام کی دعوت کا کام شروع کیا ہے، ایسا بڑا واقعہ پہلے کبھی رونما نہیں ہوا، گو کہ کافی لوگ حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔

صاحب، بات یہ ہے کہ میں گناہ گار، کم عقل اپنے آپ کو اس قابل نہیں گردانتا۔ میں تو دنیادار، کم فہم اور رند خرابات قسم کا بندہ تھا۔ میری معلومات دین کے بارے میں صرف اتنی تھیں کہ کبھی کبھار نماز پڑھ لی یا قوالیاں سن کر اپنے آپ کو مسلمان سمجھ لیا۔ یہ تو جیل آکر پتا چلا کہ دین کیا ہے۔ کبھی تو سوچتا ہوں کہ شاید میرے مالک نے مجھ سے یہ کام لینا تھا، اس لیے جیل میں آیا۔ مجھے نہیں پتا کہ خرم مراد صاحب کون ہیں۔ میں نے تو اُن کا نام پہلی بار پڑھا ہے۔ مولانا مودودیؒ کے بارے میں اتنا پتا تھا کہ وہ وہابی ہیں۔ گھر میں والد صاحب اُن کا نام بھی سننا پسند نہیں کرتے تھے۔ جیل کی مسجد کی صفائی کرتے وقت مجھے اُن کی لکھی کتاب خلافت و ملوکیت ملی، پڑھ کر ایمان تازہ ہوگیا۔ ایک دوست سے گزارش کر کے مولانا مودودیؒ کی تفہیم القرآن منگوا کر پڑھی تو قرآن پاک کے اصل مفہوم سے واقف ہوا اور اُسی کو لے کر کالے گوروں میں دین اسلام بانٹتا پھر رہا ہوں۔ باہر کی دنیا سے رابطہ منقطع ہے، ورنہ مولانا مرحوم کی لکھی ہوئی سب کتابیں پڑھوں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اُن کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے۔ آمین!

آپ سے گزارش ہے کہ اگر آپ مجھے ترجمان القرآن کا شمارہ بھیج دیا کریں تو میرے علم میں اضافہ ہوگا اور میں تبلیغ کا کام بہتر طریقے سے کر پاؤں گا۔

خرم مراد صاحب کی خدمت میں میرا مؤدبانہ سلام عرض کریں اور اُن تک یہ خبر پہنچا دیں۔ اُن سات افراد میں، میں نے دو کا نام آپ کے نام سے رکھا ہے۔ ایک کا خرم اور دوسرے کا مراد۔ اُن کی لکھی ہوئی ایسی ہی عمدہ تحریریں اگر آپ بھیج دیں تو نہایت مشکور ہوں گا۔

بس اتنی خواہش ہے کہ دین اسلام کے بارے میں زیادہ سے زیادہ علم حاصل کروں تاکہ نومسلموں کی صحیح رہنمائی کر سکوں۔ (۲۷ اگست ۲۰۰۵ء)

اخبارِ اُمت

مصر: حالیہ انتخابات اور جمہوریت کا مستقبل

حافظ محمد عبداللہ

مصر کے حالیہ انتخابات کو مغربی ذرائع ابلاغ جمہوریت کی طرف اہم پیش رفت قرار دے رہے ہیں، جب کہ مصر کے محبِ وطن، جمہوریت پسند اور اسلام دوست حلقے اسے نہایت شرمناک ڈرامابازی سے تعبیر کر رہے ہیں۔ حقیقت کیا ہے؟

گزشتہ برس کے اختتام پر پورے مصر میں تبدیلی کا نعرہ پورے شدّ ومد سے گونجتا نظر آیا۔ مصر کے تمام عناصر بالاتفاق نصف صدی کے جور واستبداد سے بیزاری کا اظہار کر رہے تھے۔ یہ ایمرجنسی قوانین کے نام پر شہری آزادیوں کی بُری طرح پامالی، سیاسی آزادیوں بالخصوص جماعت سازی، اظہار رائے اور صحافتی آزادیوں پر مکمل قدغن کی نصف صدی تھی۔ مصر میں صدارتی انتخابات کی تاریخ جوں جوں قریب آرہی تھی یہ خدشات بڑھتے چلے جارہے تھے کہ ۷۷ سالہ صدر حُسنی مبارک اقتدار کی باگ ڈور اپنے مشہور زمانہ بدعنوان بیٹے جمال مبارک کے سپرد کر رہے ہیں۔ اسی کے ردِعمل میں تحریک ''کفایہ'' (Enough) منظرعام پر آئی۔

اس کی باگ ڈور لبرل عناصر کے ہاتھ میں تھی۔ اس لیے مغربی ذرائع ابلاغ میں اسے بے حد پذیرائی ملی۔ اس مرحلے پر اخوان المسلمون نے بھی سیاسی تبدیلی کے لیے مکمل اصلاحات کا ایک منشور پیش کیا۔ دیگر اسلام پسند عناصر کے ساتھ مل کر بڑے بڑے احتجاجی مظاہرے منظم کیے جنھیں حکومت نے گرفتاریوں اور فائرنگ کے ذریعے سختی سے کچلنے کی کوشش کی۔ سیاسی میدان میں

جاری اس ہلچل سے ایک مرتبہ تو یہ اندازہ ہو رہا تھا کہ شاید مصری حکومت کا آقاے ولی نعمت' امریکا' مشرقِ وسطیٰ میں اپنے جمہوری ایجنڈے کی تنفیذ پر آمادہ ہے۔ اگر اس کی خاطر حُسنی مبارک سے خلاصی بھی حاصل کرنا پڑی تو شاید دریغ نہ کرے' اور عین ممکن ہے کہ جمہوریت کی خاطر اسلامی تحریک کو بھی گوارا کر لے۔ لیکن ع

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

اسی دوران امریکی وزیرخارجہ کونڈو لیزا رائس دو مرتبہ مصر گئیں۔ دورے کے دوران انھوں نے یہ بات واضح کردی کہ مصر بلکہ پورے مشرق وسطیٰ میں فی الوقت امریکی ترجیح حقیقی جمہوریت نہیں بلکہ ڈکٹیٹرشپ علیٰ حالہٖ (status quo) ہے۔ عالمی طاقت امریکا کے اس رویے سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ جمہوریت کے اس عالمی چیمپئن کا عالمِ اسلام کے لیے ایجنڈا کیا ہے؟

اخوان المسلمون کے احتجاجی مظاہرے ہوں یا تحریکِ کفایہ اور حالیہ صدارتی انتخابات میں عوام کی عدمِ شرکت' ایک بات واضح ہوکر سامنے آچکی ہے کہ عوام پر اب خوف کا وہ عالم باقی نہیں رہا جس نے نصف صدی تک حکمرانوں کو ان کے سیاسی وسماجی اور بنیادی حقوق سلب کیے رکھنے کا حوصلہ دیا تھا۔ عراق میں پٹنے کی وجہ سے امریکا اور اس کے کاسہ لیس حکمرانوں کی ہوا اُکھڑ چکی ہے اور عام لوگ بھی اب حکومت اور اس کی پالیسیوں کے خلاف کھل کر بات کرتے ہیں۔

گذشتہ برس کے اختتام پر اندرونی و بیرونی دباؤ کے تحت صدر حُسنی مبارک نے صدارت کے لیے سابقہ طریقہ کار (ریفرنڈم) میں تبدیلی کا عندیہ دیا۔ سابقہ طریقہ کار کے مطابق ملک کی قومی اسمبلی ایک فرد کو نامزد کرتی اور پھر ملک بھر کے عوام سے اس نام پر ہاں یا ناں میں رائے لی جاتی۔ اس طرح کے ریفرنڈم کا پاکستان میں بھی نتیجہ ہمیشہ ۹۰ فی صد تک ہاں کی شکل میں ہی نکلتا رہا ہے اور مصر جیسے آزادیوں سے محروم ملک میں اس کا نتیجہ ہمیشہ ۹۹ فی صد رہا کرتا تھا۔ نئے طریق کار میں قومی اسمبلی اور سینیٹ میں اپنی اکثریت کی بنیاد پر ایسی ترامیم متعارف کروائی گئیں کہ کسی 'خطرے' کا امکان نہ رہے۔

اب تک کی پارٹی پوزیشن کے مطابق پارلیمنٹ میں حکمران جماعت حزب الوطنی کو ۹۵ فی صد نشستیں حاصل ہیں۔ حکمران جماعت کے بعد سب سے زیادہ نشستیں اخوان المسلمون

کے پاس ہیں جن کی تعداد ۱۷ ہے۔ پھر دیگر پارٹیوں کا نمبر آتا ہے جیسے ''وفد'' (۵)، ''غد'' (۶)، ''ناصری'' (۱)، ''احرار'' (۱) وغیرہ وغیرہ۔

نئی ترمیم کے مطابق کوئی بھی رجسٹرڈ پارٹی اپنا نمایندہ بطور صدارتی امیدوار کھڑا کر سکتی ہے۔ عملاً صورتِ حال یہ ہے کہ ملک کی سب سے بڑی اپوزیشن جماعت اخوان المسلمون پر پابندی لگی ہوئی ہے۔ غیر رجسٹرڈ ہونے کی وجہ سے وہ اپنا کوئی نمایندہ بھی بطور امیدوار میدان میں نہیں اُتار سکتی۔ حالانکہ تمام تجزیہ نگار اس بات پر متفق ہیں کہ حکمران جماعت کا مقابلہ کرنے کے لیے جس ملک گیر نیٹ ورک اور عوامی مقبولیت کی ضرورت ہے وہ صرف اخوان المسلمون کے پاس ہے۔

راے عامہ کے مختلف سروے بھی یہی ظاہر کر رہے تھے کہ اخوان المسلمون کا نمایندہ ہو تو اسے کل ووٹوں کا ۳۰ فی صد حاصل ہو سکتا ہے۔

اخوان آزاد حیثیت سے اپنا امیدوار براے صدارت میدان میں اتار سکتے تھے لیکن آزاد امیدواروں کا راستہ روکنے کے لیے مذکورہ ترمیم میں اس سے بھی زیادہ سخت تر قانون یہ متعارف کروایا گیا کہ ایسے امیدوار کے لیے ضروری ہے کہ وہ پارلیمنٹ (قومی اسمبلی و سینیٹ) کے کم از کم ۶۲ ارکان کی تائید رکھتا ہو۔ اب اگر تمام اپوزیشن پارٹیاں مل کر بھی چاہیں تو مطلوبہ تعداد پوری نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ قومی اسمبلی کی ۹۵ فی صد سیٹوں پر حکمران جماعت قابض ہے، جب کہ سینیٹ میں اپوزیشن کا ایک بھی ممبر موجود نہیں۔

اسی طرح یہ شرط بھی رکھی گئی کہ ۲۶ صوبائی اسمبلیوں میں سے بھی کم از کم ۵ فی صد لوگ آزاد امیدوار کی تائید کریں۔ عملاً صورت حال یہ ہے کہ ملک کی ۲۶ صوبائی اسمبلیوں میں ۹۷ فی صد ارکان حکمران جماعت حزب الوطنی کے ہیں۔

حکمران جماعت کی ۹۵ اور ۹۷ فی صد عوامی مقبولیت کا راز کیا ہے؟ اس کے لیے حالیہ صدارتی انتخابات کے نتائج پر ایک نظر ڈال لینا ہی کافی ہوگا۔

مصر میں کل ۳۲ ملین ووٹر رجسٹرڈ ہیں۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ۲۳ فی صد، جب کہ آزاد ذرائع کے مطابق صرف ۱۸ فی صد لوگوں نے حق راے دہی استعمال کیا۔ ۷۷ فی صد لوگوں نے موجودہ نظام بالخصوص حکمرانوں کے طریقہ کار کو ناپسند کرتے ہوئے اور بہتر متبادل امیدوار نہ

ہونے کی بنا پر پولنگ اسٹیشنوں تک آنا ہی گوارا نہ کیا۔

سرکاری نتائج کے مطابق کل ووٹوں میں سے ۱۹ فی صد ووٹ حُسنی مبارک کو' جب کہ ۶ فی صد غد پارٹی کے ایمن نور اور ۲ فی صد ووٹ وفد پارٹی کے نعمان جمعہ کو ملے۔ حکمران پارٹی کو یہ ۱۹ فی صد ووٹ کیسے ملے؟ اطلاعات ہیں کہ حکمران پارٹی کو ووٹ دینے والے ووٹر' سرکاری ملازمین تھے یا گھیر گھار کر لائے ہوئے کسان اور فیکٹریوں کے مزدور۔ گاؤں کے سیدھے سادھے لوگوں کے لیے نمبردار ہی کافی تھا' جب کہ شہروں میں حکمران پارٹی کے رئیس البلدیہ کا دباؤ کارگر رہا۔ اگر اتنی عام دھاندلی نہ کی جاتی تو شاید حُسنی مبارک کو یہ ۱۹ فی صد ووٹ ملنا بھی مشکل تھے۔

مطلب برآری کے لیے میڈیا کا بھی بھرپور استعمال کیا گیا۔ ایک رپورٹ کے مطابق سرکاری میڈیا نے ۶۰ فی صد وقت حُسنی مبارک کو' جب کہ ۹ فی صد ''وفد'' کے نعمان جمعہ کو اور ۶ فی صد وقت ''غد'' کے ایمن نور کو دیا۔ سرکاری اخبارات تو حُسنی مبارک کی ۲۴ سالہ کامیابیوں کے گن گا ہی رہے تھے البتہ اھرام جیسے نیم سرکاری اخبارات کو بھی خصوصی ضمیمہ جات نکالنے پر مامور کیا گیا تھا۔

اس سارے منظرنامے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اس بار چونکہ حُسنی مبارک کا متبادل پیش کرنا ممکن نہیں تھا' اس لیے کارفرما قوتوں نے سردست حُسنی مبارک ہی کو برقرار رکھا ہے۔ بعدازاں ایک آدھ برس کے بعد جمال مبارک کو بقیہ مدت صدارت کی تکمیل کے لیے اقتدار منتقل کروایا جائے گا۔ موصوف کی مصر میں عمومی شہرت آصف زرداری صاحب کے ۱۰ فی صد والی ہے اور مصری عوام انھیں سخت ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں۔

جہاں تک خطے میں امریکی پالیسی کا تعلّق ہے اس حوالے سے شائع ہونے والی ایک تازہ ترین رپورٹ میں حقیقی جمہوریت کے نفاذ کو امریکی مفادات سے متصادم قرار دیا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق مشرق وسطیٰ سے امریکا کے تین مفادات وابستہ ہیں: ۱- اسرائیل کی امن و سلامتی ۲- پٹرولیم کی بلاانقطاع ترسیل ۳- خلیج میں امریکی فوج کی تادیر موجودگی۔ حقیقی جمہوریت کے نفاذ سے یہ تینوں مقاصد ہی تشنہ تکمیل رہ جائیں گے۔ لہٰذا جمہوریت کا مصرف بس یہ ہے کہ اس کا ہوّا دکھا کر خلیجی حکمرانوں کو دباؤ میں لایا جاتا رہے اور انھی سے اپنے اہداف و مقاصد کی تکمیل کروائی جائے۔

مصر کے ان انتخابات سے مستقبل میں ہونے والے کسی بھی عرب ملک کے انتخابات کی تصویر جھلکتی ہے۔ بحرین' سعودیہ اور قطر و امارات کے بلدیاتی انتخابات اور اس کے بعد قومی انتخابات سے ایسی مخصوص لبرل لابی اُبھاری جائے گی جو موجودہ حکمرانوں سے بھی بڑھ کر امریکی مفادات کی تکمیل کا ذریعہ بن سکے۔

سنکیانگ کے مسلمان جارحیت کا شکار

چین دنیا کی دوسری عسکری اور معاشی سپرپاور بن کر تیزی سے اُبھر رہا ہے۔ اب شنگھائی' نیویارک اور واشنگٹن سے بتدریج زیادہ اہم بنتا جا رہا ہے۔ لیکن حکومت کی سخت گیر پالیسیوں کی وجہ سے وہاں کی اندرونی خبریں دنیا کو بہت زیادہ معلوم نہیں ہو پاتی ہیں۔ چین نے کمیونزم سے ایک قسم کی توبہ کر کے بڑے پیمانے پر اپنے آپ کو کارپوریٹ معیشت سے ہم آہنگ کر لیا اور مغرب کے سرمایہ دارانہ نظامِ معیشت سے ہم آہنگی کے باعث ہی اس کے لیے ممکن ہوسکا ہے کہ وہ جاپان کے مقابلے میں بھی کہیں زیادہ تیزی سے ترقی کرے اور امریکا کا مدمقابل بنتا جائے۔ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ دنیا کے ایک مخصوص طبقے کی نظر کرم بھی اب امریکا کے بجائے چین کی طرف مبذول ہو رہی ہے۔ چین کی روس سے ملنے والی سرحد پر سنکیانگ کا صوبہ ہے جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ یہ ایغوری نسل سے تعلّق رکھتے ہیں اور یہ بنیادی طور پر ترکوں' تاتاریوں کی ایک شاخ ہیں۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ سنکیانگ کے لوگ اس صوبے کو مشرقی ترکستان کہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔

چین میں مسلمانوں کی ایک بہت بڑی تعداد آباد ہے۔ کمیونسٹ دورِ اقتدار میں سابق سوویت یونین کی طرح یہاں کے مسلمان بھی ہر طرح کے ریاستی تشدد و جبر کا شکار تھے۔ بعد میں اس جبریہ نظام میں کچھ سہولتیں پیدا کر دی گئی ہیں' البتہ ایغوری مسلمان کبھی بھی چینی تسلط سے خوش نہیں رہے' اس لیے وہاں گاہے بگاہے علاحدگی و خودمختاری کی آوازیں اٹھتی رہتی ہیں۔ لیکن چینی حکام ہر بار ان آوازوں کو سخت بے رحمی سے کچل دیتے رہے ہیں۔ بیرونی دنیا سے ان کا رابطہ نہایت کمزور رہا۔

اب دیوارِ چین تو کھل گئی' لوگوں نے چین جانا اور تعلقات قائم کرنا شروع کر دیا ہے' تاہم ادھر چند مہینوں سے سنکیانگ میں حکومت پھر مسلمانوں پر شکنجہ کس رہی ہے۔ حال ہی میں چینی پولیس نے اس صوبے میں ۱۰ایغوری مسلمانوں کو گرفتار کیا ہے اور ان پر الزام یہ عائد کیا گیا کہ وہ علاحدگی پسند ''نیر ہابوت'' گروپ سے تعلّق رکھتے ہیں اور علاقے میں انقلابیوں کو منظم کرنے اور سنکیانگ کی آزادی کی مہم چلانے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ یہاں صورت حال اتنی پُرسکون اور ''سب خیریت ہے'' کی نہیں ہے جیسا کہ چینی حکام دنیا کو بتاتے ہیں اور عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ رپورٹوں کے مطابق ہر ہفتہ ایک یا دو واقعات ہوتے ہیں جن میں گاؤں والے' دیہاتی اور غریب لوگ ہزاروں کی تعداد میں جمع ہوکر پولیس سے بھڑ جاتے ہیں۔ مظاہرے ہوتے ہیں جنھیں فرو کرنے اور بھیڑ کو منتشر کرنے کے لیے آنسو گیس چھوڑنے' بے تحاشا ڈنڈے برسانے اور کریک ڈاؤن کرنے جیسے اقدامات کیے جاتے رہتے ہیں۔ عوامی سلامتی کے وزیر زو یونگ کانگ کے مطابق گذشتہ سال ۲۰۰۴ء میں ۷۴ ہزار عوامی احتجاجی مظاہرے اور جھڑپیں ہوئی تھیں' جب کہ ۲۰۰۳ء میں یہ ۵۸ ہزار تھے۔ ایک دہائی پہلے یہ ریکارڈ محض ۱۰ ہزار واقعات تک محدود تھا۔ ان مختصر اعداد و شمار سے پتا چلتا ہے کہ عام لوگ (جن میں مسلمان زیادہ ہیں) چین کی معاشی پالیسیوں' جابرانہ اقدامات اور نظم و نسق کی موجودہ صورت حال سے مطمئن نہیں ہیں۔ یہ تو کوئی نہیں کہہ رہا ہے کہ یہ تشویش ناک حالات بتدریج کسی بڑے حادثے کی طرف بڑھ رہے ہیں اور کسی دن پون صدی سے دبے کچلے ایغوریوں میں اندر ہی اندر پکنے والا لاوا پھوٹ پڑے گا' لیکن چینی حکام یہاں کے حالات سے سختی سے نبٹ رہے ہیں اور اپنے ظالمانہ و جابرانہ اقدامات میں مزید تیزی لا رہے ہیں۔ مسلم دنیا کو اور بطور خاص ان ملکوں کو جن کے چین سے نہایت قریبی تعلقات ہیں اس مسئلے کو اٹھانا چاہیے۔ کم از کم اپنے وفود تحقیق حال کے لیے تو بھیجنا ہی چاہییں کہ اس علاقے کی صحیح صورت حال دنیا کے سامنے آسکے۔ (بشکریہ سہ روزہ دعوت' دہلی' یکم ستمبر ۲۰۰۵ء)

رسائل و مسائل

لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ

سوال: مجھ سے ایک گناہ سرزد ہوگیا ہے۔ اس کے بعد سے راتوں کی نیند اُڑ گئی ہے۔ کیا کروں' کہاں جاؤں؟ کیا اپنا سب کچھ صدقہ کردوں؟ کیا اللہ اس طرح معاف کردیں گے؟ سخت پریشانی میں ہوں۔ میرے لیے کیا راستہ ہے؟ میری رہنمائی فرمایئے۔

جواب: جب گناہ پر ندامت اور پشیمانی ہو تو یہ ایمان اور زندگی کی علامت ہے۔ جب کوئی کانٹا چبھے یا چوٹ آئے اور آدمی اسے محسوس کرے تو یہ اس بات کی نشانی ہے کہ جسم شل اور بے حس نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تجھے نیک کام کر کے خوشی ہو اور گناہ کر کے تکلیف ہو تو' تو مومن ہے''۔ (ترمذی)

گناہ کی مثال ایک بیماری کی ہے۔ جب بیماری کا آغاز ہو اور آدمی کو تکلیف پہنچے تو وہ اس کا علاج کرتا ہے۔ اگر علاج کر کے بیماری کا ازالہ کرلیا جائے تو آدمی صحت مند ہو جاتا ہے' لیکن اگر غفلت میں مبتلا ہو جائے اور علاج نہ کرے تو بیماری بڑھتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ کینسر یا ٹی بی کی طرح مہلک بیماری کی شکل اختیار کرلیتی ہے اور پھر لاعلاج ہو کر ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص شراب یا نشہ آور چیز کا استعمال کرے تو ایک دو مرتبہ ایسا کرنے کے بعد اسے چھوڑنا آسان ہوتا ہے لیکن اگر وہ نشے کا عادی ہو جائے تو پھر جان دے دیتا ہے لیکن نشہ نہیں چھوڑ پاتا۔ اگر شروع میں احساسِ گناہ ہو جائے تو یہی وقت ہے کہ اس سے باز آجائیں۔ جو پریشانی لاحق ہوتی ہے اسے دُور کرنے کے لیے استغفار کریں۔

آدمی سے جب گناہ ہو جائے تو اسے مایوسی کا شکار نہیں ہونا چاہیے' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ

نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہوا ہے۔ یہ دروازہ اس وقت بند ہوتا ہے جب آدمی پر جاں کنی کا عالم طاری ہو۔ اس سے پہلے پہلے توبہ کرے تو توبہ قبول ہوتی ہے۔ کفر' شرک' کبیرہ اور صغیرہ گناہ' سب قابلِ معافی ہیں۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب گناہ سرزد ہو جائے تو آدمی کو اولاً اس پر ندامت اور شرمندگی ہونی چاہیے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے اس پر بخشش اور معافی مانگے۔ تیسرے درجے میں ارادہ کرے کہ آیندہ اس گناہ کے قریب نہیں جائے گا اور گناہ کے کاموں کا دوبارہ ارتکاب نہ کرے گا' بلکہ نیکی کو اپنا معمول بنائے گا۔ حدیث میں ہے کہ گناہ کرنے والا جب گناہ کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے' اگر توبہ کر لے تو وہ دُور ہو جاتا ہے۔ اگر توبہ کرنے کے بجائے گناہ کا دوبارہ ارتکاب کرے تو ایک سیاہ دھبہ مزید لگ جاتا ہے اور اگر اس طرح گناہ کرتا چلا جائے تو تاریکی دل پر چھا جاتی ہے۔ آدمی کا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ برائی کو اچھائی اور اچھائی کو برائی سمجھنے لگ جاتا ہے۔ پھر اسے توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔

آج کل ہمارے معاشرے میں جو لوگ برائی کے رسیا نظر آتے ہیں' یہ برائی کے علم بردار' مبلغ اور اسے قائم و نافذ کرنے اور رواج دینے والے ہیں۔ انھیں بے حیائی' عریانی' فحاشی' بدکاری' مرد و زن کا اختلاط' شراب و کباب کی محفلوں میں ننگے ناچ کرنا' ریڈیو' ٹی وی' کیبل کے ذریعے رقص و سرود کی مخلوط محفلیں سجانا اور گھروں میں ماؤں' بہنوں' بیٹیوں کے ساتھ مل بیٹھ کر ان کو دیکھنا' یہ سب ان کو نہ صرف گوارا ہے بلکہ یہ انھیں روشن خیالی نظر آتی ہے۔ پاک بازی اور پاک دامنی' نیکی و تقویٰ اور غیر محرموں کے ساتھ میل جول سے احتراز' ان کو اچھا نہیں لگتا۔ پاک باز اور پاک دامن لوگوں کو وہ دقیانوسی' غیر ترقی یافتہ اور رجعت پسند قرار دیتے ہیں۔ یہ سب لوگ نیکی کے مدمقابل کھڑے ہوتے ہیں' نیک لوگوں کے ساتھ محاذ آرائی کرتے ہیں اور کفار کے آلۂ کار اور ان کی تہذیب کے رسیا ہیں۔ یہ یک دم نہیں بلکہ تدریجاً اس مقام تک پہنچے ہیں۔ یہود بھی معصیتوں کے مختلف مراحل سے گزر کر انبیا علیہم السلام کے قتل اور کفر تک پہنچے تھے اور اللہ تعالیٰ کے غضب در غضب کے مستحق ٹھیرے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ○ (البقرہ ۲:۶۱) ''یہ اس سبب سے ہوا کہ انھوں نے اللہ کی نافرمانی کی اور وہ حد سے بڑھے جاتے تھے''۔

لہٰذا یہ ناگزیر ہے کہ اس طبقے میں شامل ہونے سے اپنے آپ کو بچایا جائے۔ برائی کی

شدت اور فحاشی و عریانی اور ثقافتی یلغار کو دیکھ کر مایوسی بھی نہ ہو بلکہ توبہ و استغفار کی راہ کو اپناتے ہوئے گناہ کے جذبات کو کنٹرول کریں، قوتِ ارادی کو مضبوط کریں، شیطانی وساوس اور گناہ کے لیے اُکساہٹ پر قابو پائیں۔ اپنے آپ کو معذور سمجھنا چھوڑ دیں۔ گناہ کے لیے جواز تلاش کرنے کی غلطی ہرگز نہ کریں۔ نفس و شیطان کے چنگل میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں جو ہدایت حاصل کرنا چاہیں۔ جو چاہیں کہ انھیں خود بخود ہدایت مل جائے، اس کے لیے انھیں کچھ مشقت اور تکلیف نہ اٹھانی پڑے، ایسے لوگ ہدایت سے محروم رہتے ہیں۔ اس لیے اپنے نفس کو لگام دیں، اسے تکلیف پہنچتی ہے تو پہنچنے دیں، اس پر واضح کر دیں کہ اس کی تسکین کے لیے ناجائز طریقے اختیار نہیں کرنا ہیں۔

اس سلسلے میں قرآن پاک نے جو عمومی ہدایت دی ہے وہ درج ذیل ہے: قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ (الزمر ۳۹:۵۳) ''اے نبی (آپ ہمارا فرمان) ان سے کہہ دیجیے (وہ یہ ہے) کہ اے میرے بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ سارے گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ غفور و رحیم ہے''۔

یہ آیت رہتی دنیا تک تمام گنہگاروں کے لیے، اپنے نفس پر زیادتی کرنے والوں کے لیے ایک نوید ہے۔ جمیعًا، یعنی سب کے سب گناہ ایک ساتھ معاف کر دینے کی خوش خبری ہے۔ آپ معاف کروانے کے آداب کے ساتھ معافی مانگیے، آپ کی درخواست ہرگز رد نہ کی جائے گی۔

پس، سب سے پہلے توبہ کی شرائط کے مطابق توبہ کرنی چاہیے (اس کے لیے دیکھیے: تفہیم القرآن، ج ۶، ص ۳۲)۔ دوسرے درجے میں گناہ کے اسباب کا ازالہ کرنا چاہیے، جو معمولات گناہ کی طرف لے جاتے ہیں، ان سے دُور رہیں، انھیں بدلیں۔ اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ اپنے گناہ کا کسی سے ذکر نہ کریں۔ پریشانی میں آپ نے یہاں رابطہ کیا، اپنی شناخت کو ظاہر نہ کیا، اس طرزِ عمل پر قائم رہیں، کسی کے سامنے اپنے گناہ کا ذکر نہ کریں۔ حدیث میں اس کی مذمت آئی ہے کہ آدمی ایک تو گناہ کرے پھر اس کا چرچا کرے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مدد کرے، اپنی بندگی کی سعادت بخشے۔ آمین! (مولانا عبدالمالک)

آمدنی کا درست استعمال

س: میں عام مڈل کلاس سے تعلق رکھتا ہوں۔ میرے والدین نے بڑی مشکل سے میری تعلیم مکمل کروائی۔ اب سی اے کر کے مجھے ۴۰ ہزار روپے کی ملازمت مل گئی ہے۔ میں یہ رقم کس طرح خرچ کروں؟ کیا اس میں بھی قرآن و سنت کی کوئی رہنمائی ہے؟

ج: ایسے معاشی حالات میں جب بے روزگاری روبہ ترقی ہو ایک معقول ملازمت کا مل جانا محض اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے کرم ہی سے ممکن ہے۔ اس لیے اس پر جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی ذمہ داریوں کو جیسا کہ ان کا حق ہے ادا کرنے کی توفیق دے۔

رزق میں تنگی اور کشادگی دونوں ایک بندہ مومن کے لیے امتحان کی شکلیں ہیں۔ جس طرح بعض اوقات فقر و فاقہ ایک انسان کو شرک کے دروازے تک لے جاتا ہے' ایسے ہی دولت کی فراوانی با آسانی ایک شخص کو اسراف و تبذیر کی طرف مائل کر سکتی ہے۔ قرآن کریم نے مالی معاملات میں جو رہنما اصول دیا ہے وہ دونوں صورتوں میں اہلِ ایمان کو جادہ اعتدال پر قائم رکھتا ہے۔ چنانچہ کہا گیا کہ نہ تو اپنے ہاتھوں کو اپنی گردنوں سے باندھو اور نہ انھیں بالکل کھلا چھوڑ دو۔ اگر ایک شخص کا خیال ہو کہ وہ تعلیم مکمل کرنے کے بعد پہلی ملازمت کم تنخواہ پر بھی اختیار کر لے گا اور اسے توقع سے زیادہ معاوضہ مل جائے تو عموماً دو ردِعمل پیدا ہوتے ہیں۔ ایک طرف مال کی کشش یہ سجھاتی ہے کہ اس مال کو سنبھال کر رکھو' اپنے طرزِ رہایش میں کوئی تبدیلی نہ کرو اور جیسے پہلے تنگی میں گزارا کرتے تھے کرتے رہو۔ حدیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک صحابیؓ کو بظاہر خستہ حال دیکھنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ اگر کسی کے پاس وسائل ہوں تو اس کا اثر اس کے لباس اور وضع قطع پر نظر آنا تقویٰ کے خلاف نہیں ہے۔ لیکن ساتھ ہی وہ دین جو ایک اُمت وسط پیدا کرنے آیا تھا یہ پسند نہیں کرتا کہ نمود و نمایش اور اپنی برتری کے اظہار کے لیے ایسا لباس یا ایسے انداز اختیار کیے جائیں جن سے تکبر کا اظہار ہو۔

دین کا مدعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنے ذہن میں اپنے مال کے چار حصے کرے۔ پہلے حصے میں وہ اپنی ضروریات اور حاجات کو پورا کرے' دوسرے حصے میں اقربا کو ان کا حق دے'

تیسرے حصے میں غیر متوقع حالات کے لیے ایک مقدار کو الگ کرے اور چوتھے حصے میں اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ان ضروریات سے زائد مال کو استعمال کرے۔ احادیث سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جب کسی صحابی نے اپنی تمام دولت اللہ کی راہ میں دینی چاہی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں متوجہ کیا کہ کیا وہ اپنے بعد اپنی اولاد کو دوسروں کے سامنے ہاتھ پھیلانے والا بنانا چاہتے ہیں یا اس کے لیے کچھ چھوڑنے کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہتے ہیں۔

دراصل ہمارے ذہنوں میں ایک غلط فہمی یہ پائی جاتی ہے کہ اپنے پیچھے اپنی اولاد کے لیے کوئی مال چھوڑنا ایک دنیاوی اور مادی فعل ہے، جب کہ اللہ کی راہ میں تمام مال کو صرف کر دینا ایک دینی کام ہے۔ اسوۂ حسنہ ہمیں یہ سکھاتا ہے کہ اولاد پر خرچ کرنا بھی دین پر عمل کرنا ہے اور جو کچھ ضرورت سے زائد ہو اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرنا بھی دین ہے۔ دونوں شکلوں میں توازن اور عدل کرتے ہوئے قرآن وسنت کے اصولوں کو سامنے رکھنا اور ہر کام کو اللہ کی رضا کے لیے حلال طریقے سے انجام دینا ہی دین کا مقصد و مدعا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی توقع سے زیادہ تنخواہ کی ملازمت دلوادی ہے تو توازن کو برقرار رکھتے ہوئے اُوپر ذکر کیے گئے چار حصوں کی روشنی میں اپنی تنخواہ کو تقسیم کر لیجیے۔ اللہ تعالیٰ اس میں برکت بھی دے گا اور آپ نہ اسراف کے مرتکب ہوں گے اور نہ بخل کا شکار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر نہ صرف نماز کی شکل میں بلکہ اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر دیگر افراد کے ساتھ معاملات میں رویہ اختیار کر کے اور دین کے قیام کے لیے ہونے والی جدوجہد میں خرچ کر کے ہی کیا جا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق دے۔ (ڈاکٹر انیس احمد)

سافٹ ویئر کے استعمال میں شبہہ

س: میرا بیٹا ایک سافٹ ویئر کمپنی میں ملازمت کر رہا ہے۔ ان کا کام ان کمپنیوں سے ہے جو زیادہ تر کار لیزنگ کا کاروبار کرتی ہیں۔ اس میں سود کا بھی لین دین ہے۔ آپ سے رہنمائی چاہتے ہیں کہ کیا اس کمپنی میں ملازمت کرنا جائز ہے؟

ج: تجارت اور مالی معاملات میں قرآن و سنت کے اصول وضاحت سے بیان کرتے ہیں کہ سود، جوا، احتکار اور کسی منکر یا فحش کے ذریعے جو رقم حاصل کی جائے گی وہ حرام ہوگی، مثلاً ایک شخص یہ جانتے ہوئے کہ ایک دکان پر صرف شراب فروخت ہوتی ہے جا کر ملازمت کرتا ہے تو وہ براہِ راست ایک منکر اور حرام کام میں شریک ہو جاتا ہے، لیکن یہ جاننے کے باوجود کہ ایک ملک عالمی بنک کا مقروض ہے اور ملک کا بچہ بچہ سالہا سال تک اس قرض پر سود کی رقم دینے پر مجبور ہوگا، اگر وہ ایک سرکاری اسکول میں معلم ہے تو اس کی تنخواہ اس کے لیے بالکل حلال اور سود کی برائی سے پاک تصور کی جائے گی۔ ایسے ہی اگر ایک دستکار انتہائی محنت و مشقت سے ایک تیز دھار چاقو یا ایک عمدہ قسم کا پستول بنا کر ایک گاہک کو فروخت کرتا ہے اور وہ بجائے چاقو کو گھر میں استعمال کرنے یا پستول کو دفاعی ہتھیار کے طور پر اپنے پاس رکھنے کے، کسی کی جان لینے کے لیے استعمال کرتا ہے تو اس کا کوئی گناہ دستکار پر نہیں ہوگا۔

سافٹ ویئر انجینیرنگ کو ہم ایسی دستکاری پر قیاس کریں گے جو کسی بھلے اور مفید کام کے لیے کی جارہی ہے۔ اگر کوئی ادارہ اس کا استعمال کسی ایسے معاملے میں کرے جو مشتبہ ہو تو اس کے بنانے والے پر بظاہر اس کا کوئی گناہ تصور نہیں کیا جائے گا۔ ہاں، اگر ایک گاہک یہ کہہ کر ایک کام کرواتا ہے کہ تم جو کچھ بنا کر دو گے، میں اس کا ایک حرام استعمال کرنے جا رہا ہوں، اور ایک کاریگر اس غرض سے اسے کوئی آلہ بنا کر دے تو وہ بھی گناہ میں برابر کا شریک ہوگا۔

بلاشبہہ رزقِ حلال کی طلب اور حصول ہی ہمارے ایمان کا صحیح پیمانہ کہا جا سکتا ہے، لیکن جن معاملات میں بظاہر دین نے حرام کا حکم نہ لگایا ہو انھیں حرام کے دائرے میں لے آنا دین کا مقصد نہیں کہا جا سکتا۔ اسی طرح جن معاملات میں دین کا رجحان واضح طور پر یہ ہو کہ فلاں چیز حرام ہے، اسے خوش گمانیوں کی بنا پر حلال کے دائرے میں کھینچ لانا بھی دین کے ساتھ ظلم ہے۔

گاڑیوں کی لیزنگ (leasing) کی بنیاد اگر سود ہو تو اسے کسی بھی شکل میں جائز نہیں کہا جا سکتا لیکن اگر وہ بغیر سود کے ہو تو اسے حرام نہیں کہا جا سکتا۔ اس لیے اگر کسی سافٹ ویئر کا استعمال ایسے لیزنگ کے کاروبار میں ہو رہا ہے جو سود پر مبنی نہیں ہے تو بالواسطہ طور پر بھی سافٹ ویئر بنانے والے پر کوئی الزام نہیں دیا جا سکتا۔ واللہ اعلم بالصواب! (ا-ا)

52

قائد کی کامیابی میں مشیر کا کردار

قائد کو اپنے اردگرد ایسے لوگوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کے معاملات کو سمجھنے اور درست سمت میں لے جانے میں معاونت کرتے رہیں۔ ایک اچھا اور کامیاب قائد وہی ہوتا ہے جو بڑی عمدگی سے تنظیم کے اندر اور باہر اپنے خیرخواہوں اور مشیروں کا نیٹ ورک تشکیل دینے میں کامیاب ہو۔ اسی لیے اکثر قائدین کی کامیابی و ناکامی کی ذمہ داری مشیروں پر ڈال دی جاتی ہے۔ گویا قائد کی اصل ذمہ داری صحیح مشیروں کا انتخاب ہے۔ اکثر قائدین بالآخر اپنے مشیروں کے اسیر بھی بن جاتے ہیں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ قائد ایسے مشیروں کا حلقہ پیدا کرے جو:

- صداقت و خیرخواہی سے معمور ہوں، معاملہ فہمی اور قوتِ ادراک رکھتے ہوں۔
- مختلف النوع تجربات و مشاہدات کے حامل ہوں تاکہ مختلف نقطہ ہائے نظر تجزیے کا حصہ بن سکیں۔
- قائد کو حالاتِ حاضرہ اور معاملات کے تمام پہلوؤں سے آگاہ رکھیں۔
- اپنی تخلیقی سوچ کو متحرک کرتے ہوئے قائد کو نئی جہت، نئے انداز سے بھی روشناس کراسکیں۔
- تنظیم یا معاشرے کو مستقبل میں آگے بڑھاسکیں۔ ماضی اور حال کی گرفت سے باہر نکل کر مستقبل میں جھانک سکیں۔
- اندازِ گفتگو کے بلند معیار کے حامل ہوں۔ سننے کے بھی خوگر ہوں اور صحیح وقت پر، صحیح بات، صحیح انداز میں کرسکیں۔
- بصیرت و معرفت کے قائدانہ تقاضوں سے ہم آہنگ ہو کر قائد کی فکری معاونت کرسکیں۔
- اخلاص کے ساتھ حق مشاورت ادا کریں۔ قائد سے قربت کے موقع کو غلط انداز سے استعمال نہ کریں۔
- قائد کی آرا کی ازخود تشہیر نہ کریں۔ امانت کی طرح حفاظت کریں۔
- قائد کی خوشنودی اور پسندیدگی کے پیش نظر حالات پر اپنی رائے کو توڑ مروڑ کر نہ پیش کریں۔
- مثبت تنقید برائے اصلاح پر خصوصی توجہ رکھیں۔

یقیناً ایک کامیاب قائد کو ایسے افراد کی ٹیم کی ضرورت ہوتی ہے جو اس کی کامیابی اور طاقت میں اضافے کا موجب بن سکیں۔

سنابل العلم

کتاب نما

The Koran for Dummies [قرآن' کم فہموں کے لیے] صہیب سلطان۔
ناشر: Wiley Publishing Inc' انڈیانا پریس (امریکا) ۲۰۰۴ء۔ صفحات: ۳۸۲۔ قیمت: ۲۱ء۹۹ امریکی ڈالر۔

قرآن' اور ایک لحاظ سے اسلام پر لکھی گئی' ایک پاکستانی نژاد کی دوسری نسل سے تعلق رکھنے والے امریکی مصنف کی یہ کتاب' جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے "dummies" کے لیے لکھی گئی ہے (ناشر نے ''کند ذہن'' لوگوں کے لیے اور بھی بہت سی کتابیں شائع کی ہیں' بشمول Islam for Dummies' مصنفہ: مالکم کلارک)۔ مصنف نے قرآن کو "Q" کے بجاے "K" سے لکھنے کی توجیہہ یوں کی ہے کہ مغربی قاری انھی ہجوں سے مانوس ہے۔

غیر مسلم معاشروں (اور نام نہاد مسلم معاشروں بشمول پاکستان) میں پرورش پانے والی نژادِ نو کے لیے یہ کتاب ایک قیمتی تحفے سے کم نہیں' جو اسلام کی اساسی تعلیمات پر مشتمل اللہ کی آخری کتابِ ہدایت کی تعلیمات کو اس زبان اور انداز میں پیش کرتی ہے' جس سے یہ نسل مانوس ہے۔ کتاب چھے اجزا (۲۲ ابواب) پر مشتمل ہے' جن میں قرآن کی زبان اور اندازِ بیان کے بارے میں کچھ ابتدائی گفتگو کے بعد اُن اہم امور پر روشنی ڈالی گئی ہے' جو قرآن کے بنیادی موضوع ہیں' یعنی توحید' رسالت' کائنات اور انسان (آخرت' جزا و سزا کا بیان بہت آخر میں نویں باب میں ہے' دُور کی بات جو ٹھیری)۔ غیر مسلموں کے لیے یہ بات باعثِ طمانیت ہوگی کہ قرآن بنیادی طور پر براہیمی روایت کی پیش رفت ہے۔ قرآن کے دورِ جدید کے مفسرین مولانا مودودی' سید قطب' سید رضا' محمد الغزالی (مصری) کے ساتھ کچھ شیعی تفاسیر کا بھی حوالہ ہے۔

''قرآنی زندگی'' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ اور آپؐ کے مشن پر روشنی

ڈالی گئی ہے۔ مسلمان کی زندگی' قرآن کے مطابق اس کے اخلاق و آداب اور عادات' خاندانی نظام' معاشرتی اقدار' قانون' خواتین کی زندگی اور ان کے حقوق و فرائض' جہاد اور جدیدیت پر سلیقے سے گفتگو کی گئی ہے۔ آخر میں قرآن کے بارے میں کچھ ''غلط فہمیوں'' کے ازالے کی کوشش ہے' جیسے یہ کہ خدا' صرف مسلمانوں کا خدا ہے' جہاد کا مطلب ''مقدس جنگ'' ("Holy War") ہے' اور قرآن مختلف مذاہب کے درمیان مکالمے کا مخالف ہے' وغیرہ۔

مصنف نے' ہر موضوع سے متعلق اپنی رائے کے مطابق جو قرآنی نقطۂ نظر پیش کیا ہے' اس کے لیے قرآن ہی سے حوالے دیے ہیں۔ مگر چونکہ ان کے مخاطب زیادہ تر عیسائی/ یہودی یا وہ مسلم نوجوان ہیں' جو مغربی روایت میں پرورش پا رہے ہیں' اس لیے بعض جگہ یوں محسوس ہوتا ہے کہ اسلام یہودیت/ عیسائیت ہی کا ایک نظرثانی شدہ ایڈیشن ہے' جب کہ قرآن کا دعویٰ یہ ہے کہ اصل مذہب یہی ہے' اور نام نہاد یہودی اور عیسائیوں نے اللہ کی نازل کردہ کتابوں: تورات اور انجیل میں تحریف کر لی ہے۔

بعض مقامات پر نظرثانی کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ قاتل کے لیے سزاے موت کے علاوہ ایک اور سبیل ہے اور وہ ہے ''دیت''۔ مگر فاضل مصنف نے اسے ''قصاص'' کہا ہے' یعنی یہ کہ اگر وارثین راضی ہو جائیں تو قاتل جرمانہ ادا کر کے چھوٹ سکتا ہے' اور قرآن اس دوسری صورت کو پسند کرتا ہے (ص ۲۶۶)۔ اسلام میں بدکاری کی سزا ''سنت کے مطابق'' ۱۰۰ کوڑے' نیز ''سنگ ساری کے ذریعے موت'' بتائی گئی ہے' جو درست نہیں' اور کم سواد مسلموں اور غیر مسلموں کو مزید اُلجھن میں ڈالنے کا باعث ہوگی (ص ۲۶۹)۔ تاہم' قرآنی اخلاقیات' معاشرت کے قرآنی اصول' اسلام میں خواتین کی حیثیت پر مباحث' متوازن ہیں۔ ''قرآن اور جدیدیت'' کے تحت بجا طور پر کہا گیا ہے کہ جدیدیت' ایک مخصوص ثقافت کو اختیار کرنے کا نام نہیں بلکہ معاشرے کو جدید علوم و فنون کی برکات سے بہرہ مند کرنے' اور بلاتفریق مذہب و جنس' لوگوں کے بنیادی حقوق کے تحفظ کا نام ہے۔

اُمید ہے کہ مغربی معاشروں میں رہنے والے مسلمان بچوں ہی کے لیے نہیں' بلکہ ہمارے مغرب زدہ نوجوانوں' نیز غیر مسلموں کے لیے یہ کتاب نہایت معلومات افزا اور دل چسپ ثابت ہوگی۔ (پروفیسر عبدالقدیر سلیم)

دُروسِ قرآن، ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی۔ ناشر: ادارہ ہدی اللناس' ۱۰۹- ڈی' رضوان بلاک' اعوان ٹاؤن' لاہور' ۱- **سورۃ الفاتحہ**' صفحات: ۱۲۸۔ قیمت: ۱۰۰ روپے۔ ۲- **سورۃ البقرہ** (جلداوّل) صفحات: ۴۴۰۔ قیمت: ۲۰۰ روپے۔

کتاب کے نام سے بظاہر محسوس ہوتا ہے کہ یہ منتخب حصوں کے دروس کا مجموعہ ہے لیکن درحقیقت یہ سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ (آیت ۱ تا ۱۷۶) کی مسلسل تفسیر ہے۔ آیات اور اہم الفاظ کی تشریح کے لیے عنوانات اور ذیلی عنوانات قائم کیے گئے ہیں۔ الفاظ اور جملوں کی علمی مگر عام فہم تشریح کے ساتھ ساتھ آیات میں مضمر فلسفہ بیان ہوا ہے۔ ایک آیت یا ایک مضمون کی حامل آیات کا عصری حالات پر انطباق کیا گیا ہے۔ عقل و ذہن کی بیداری کے ساتھ ساتھ خطیبانہ آہنگ میں جذبات کو اُبھارنے' حق کے قیام کے لیے کھڑا کرنے' اور خشیت و انابت الی اللہ کی پرداخت کے لیے تذکیر و نصیحت کا انداز اختیار کیا گیا ہے۔

صاحب کتاب پروفیسر ڈاکٹر محمد اسلم صدیقی کی شہرت ایک صاحب طرز خطیب کی ہے۔ قرآن ان کا موضوع خاص ہے۔ ان کے درس لوگوں کو جگانے والے ہوتے ہیں۔ غالباً یہی درس اس تفسیر کی مسلسل صورت میں طبع کیے جارہے ہیں' اس لیے کہ تحریر میں خطابت کا انداز قائم ہے۔

وہ اصحاب جو تفہیم القرآن کی جلداوّل کے اختصار کے باعث تشنگی محسوس کرتے ہیں' ان کے لیے یہ مجموعہ کافی حد تک تشفی کا باعث بنے گا۔

تفسیری نکات پر مشتمل زیرنظر مجموعہ جدید اشکالات کے حل' خوب صورت انداز بیاں اور خطیبانہ آہنگ کے باعث جدید تعلیم یافتہ افراد اور مدرسین کی تیاری کے لیے مفید اور بیش بہا تحفہ ہے۔ (اختر حسین عزمی)

مقالاتِ گیلانی، مولانا سید مناظر احسن گیلانی۔ ناشر: شیخ زاید اسلامک سنٹر' جامعہ پنجاب' لاہور۔ صفحات: ۶۸۷۔ قیمت: ۶۰۰ روپے۔

برعظیم کے علمی اُفق پر ماضی قریب میں چند ایسی شخصیات اُبھری ہیں' جن کا علم و فضل اور تخلیقات و تحقیقات کی نوعیت قاموسی ہے۔ ان میں سے ایک سید مناظر احسن گیلانیؒ (یکم اکتوبر

۱۸۹۲ء-۵ جون ۱۹۵۶ء) بھی ہیں۔

جامعہ عثمانیہ کی طویل ذمہ داریوں کے علاوہ دارالعلوم دیوبند، دارالمصنفین اعظم گڑھ اور ندوۃ المصنفین دہلی کی مجالس مشاورت کے رکن رہے۔ تحریر وتقریر دونوں میں اپنا ایک مخصوص رنگ اور ڈھنگ رکھتے تھے۔ ۲۱ کے قریب مستقل کتابیں اور مختلف رسائل میں بیسیوں مضامین و مقالات لکھے۔ ان کی تصنیفات میں النبی الخاتمؐ، تدوین حدیث، اسلامی معاشیات، ہندستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت 'ہزار سال پہلے' امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی اور ابوذر غفاری، زیادہ معروف ہیں۔

پیش نظر کتاب' مقالاتِ گیلانی ان ۱۴ تحقیقی و علمی مقالات کا گراں قدر مجموعہ ہے جو ایک زمانے میں معارف، اعظم گڑھ میں شائع ہوتے رہے۔ یہ مضامین زیادہ تر قرآنیات، سیاست و معیشت، تقابل ادیان، علمِ کلام، تعلیمات، تاریخ وثقافت، تزکیہ وتصوف اور سیرت و سوانح پر مشتمل ہیں۔ یہ سب مضامین ان کی وسعتِ مطالعہ کے شاہکار ہیں۔ بعض مواقع پر ان کے استحضار کی داد دینا پڑتی ہے۔

مضامین کی اس زنبیل میں پہلا مضمون ''قرآن کے صائبین'' سے متعلق ہے۔ گیلانی مرحوم ٹھوس دلائل کی بنا پر باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ صائبین بدھ مت کے ماننے والے تھے۔ مصنف کے نزدیک ''الصائبہ'' جن کا قرآن میں یہود و نصاریٰ جیسی اُمتوں کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، یہ مہاتما بدھ کے ماننے والوں کی تعبیر ہے۔ اپنے موضوع پر یہ مضمون حتمی نتائج کا حامل نہ ہونے کے باوجود منفرد ہے۔

دوسرے مضمون میں اسلام اور ہندومت کی بعض مشترک تعلیمات کا ذکر کیا ہے، جس سے ایک عام قاری کے ذہن میں وحدتِ ادیان کا تصور پیدا ہوسکتا ہے۔ اس مجموعے کا تیسرا مضمون ''مسئلہ سود مسلم و حربی میں'' ایک اجتہادی کوشش ہے۔ بعض مسائل کی نوعیت یکساں ہونے کے باوجود دارالسلام اور دارالحرب میں تقسیم کے باعث احکام میں مختلف ہو جاتی ہے۔ امام ابوحنیفہؒ دارالحرب کے حربی سے سود لینے کو جائز سمجھتے تھے۔ مولانا ظفر احمد عثمانیؒ نے اپنے ایک مضمون میں اس رائے پر تنقیدی نظر ڈالتے ہوئے امامؒ کے اس فتویٰ کو تنہا مفتی کی رائے قرار دیا ہے

(ص ۱۲۷)۔ سید مناظر احسن گیلانی نے امامؒ کا دفاع کرتے ہوئے اس مضمون میں دلائل و براہین کا اپنا اسلوب پیش کیا ہے۔

پانچواں مضمون برعظیم کی تقسیم سے دو سال قبل ایک تعلیمی خاکے پر مشتمل ہے جس میں نظریۂ وحدت نظام تعلیم کو پیش کیا گیا ہے۔ اس مضمون کو لکھے ہوئے چھے عشرے گزر چکے ہیں مگر تعلیم کی ثنویت کا ہنوز وہی عالم ہے۔ چھٹے مضمون میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی حکومت کو تاریخِ انسانی میں ایک منفرد طرزِ حکمرانی کی حیثیت سے متعارف کرایا گیا ہے۔ ساتواں مضمون اس لحاظ سے دل چسپ ہے کہ اس میں اسلامی حکمرانوں سے مسلم رعایا کی ایک بے جا شکایت پر تبصرہ کیا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے عہدِ حکومت میں غیر مسلم رعایا کو مسلمان کیوں نہیں بنایا۔ آٹھویں مضمون میں مسلمان حکومتوں میں غیر مسلموں کے حقوق کی حفاظت و نگہداشت پر بہت قیمتی لوازمہ پیش کیا گیا ہے۔ نویں مضمون میں مسلمانوں کے اندلس کو خود مسلمانوں کی نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ مصنف کے نزدیک اسپین کی تمدنی شان و شوکت کا باعث محض اندلس کے ذرائع نہیں بلکہ مروانی حکمرانوں نے اس کے لیے اردگرد کی ریاستوں سے بہت کچھ حاصل کیا۔ دسویں مضمون میں شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کے نظریۂ علم پر ایک تنقید نما اور تحسین آمیز نگاہ ڈالی گئی ہے۔ گیارھویں مضمون میں بلگرام کے یمنی محدث اور صاحب تاج العروس علامہ سید مرتضٰی زبیری پر ایک سوانحی مضمون تحریر کیا گیا ہے جس میں ان کے علمی کارناموں کو متعارف کرایا ہے۔ بارھواں مضمون ہندستان کے ایک مظلوم مولوی حکیم محمد حسن کے بارے میں ہے۔ اس مضمون میں ہند کے قدیم نوشتوں کے حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد و بعثت کی دل چسپ پیش گوئیوں کا بھی تذکرہ ہے۔

مناظر احسن گیلانی کے مضامین کا یہ مجموعہ متنوع موضوعات پر تاریخی معلومات کا ایک ایسا آئینہ ہے جس میں اسلامی تہذیب اور اس کے اکابر کے کارنامے جھلکتے ہیں۔ ہر مضمون کے آخر میں حواشی اور حوالہ جات نے مضامین کی قدر و قیمت میں اضافہ کیا ہے۔ (عبدالجبار شاکر)

رمضان ماہِ غفران، مؤلف: عائض عبداللہ القرنی، مترجم: محمود احمد غضنفر۔ ناشر: حدیبیہ پبلی کیشنز، رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ صفحات: ۳۸۴۔ قیمت: ۱۵۰ روپے۔

رمضان المبارک نزولِ قرآن کا مہینہ ہی نہیں بلکہ نیکیوں کا موسم بہار اور اللہ کی خصوصی عنایات و رحمتوں کا ماہ ہے۔ زیرنظر کتاب میں، اس بابرکت مہینے کو قرآن و سنت کے سائے میں گزارنے اور اس کے ہر لمحے کو بامقصد بنانے کے لیے مفید رہنمائی دی گئی ہے۔ بنیادی طور پر یہ کتاب دروس المسجد فی رمضان کا اُردو ترجمہ ہے جس میں روزے کے مقاصد، احکام و مسائل، عظیم حکمتیں اور فضیلتیں، آداب و اہتمام، رمضان میں واقع ہونے والے اہم واقعات و فتوحات کی تفصیل، مواعظ کے دل آویز تذکرے، توبہ و استغفار اور انابت الی اللہ کے طریقے، دعوت وتبلیغ کے حکیمانہ اسلوب اور روزوں کے ثمرات وفوائد تفصیل سے یکجا کیے گئے ہیں۔ باب 'رمضان میں رسول کریمؐ اور صحابہ کرامؓ کا طرزعمل' بہت اہم، ایمان پرور اور عمل پر اُبھارنے والا ہے۔ روزوں کے آداب اور فقہی پہلوؤں کے علاوہ اخلاقی و معاشرتی پہلو، مثلاً اہلِ خانہ کی تربیت، سنت کو کیسے زندہ کریں، وقت کی حفاظت جیسے موضوعات نے کتاب کو منفرد بنا دیا ہے۔ قرآن و حدیث سے مرتب کردہ اس خوب صورت مرقع میں اختصار اور جامعیت کا بھی خاص خیال رکھا گیا ہے۔

مقدمہ کے زیرِعنوان، رمضان المبارک کی اہمیت وفضیلت پر محترم خرم مرادؒ کا دل کش اور مفید مضمون شامل کیا گیا ہے۔ آیات اور احادیث کی صحت اور اعراب خصوصی اہتمام چاہتے ہیں۔ اگرچہ کتاب میں خطیبانہ رنگ غالب ہے، تاہم قارئین کتاب کو دل چسپ اور روح پرور پائیں گے۔ خوب صورت سرورق، مضبوط جلد اور قیمت بہت مناسب۔ (حمیداللہ خٹک)

جدید فقہی مسائل کتاب وسنت کی روشنی میں، حافظ مبشر حسین لاہوری۔ ناشر: مکتبہ قدوسیہ، رحمٰن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور۔ صفحات: ۴۲۹۔ قیمت: درج نہیں۔

دین اسلام ہمہ گیر اور عالم گیر نظام ہے جس میں جدید ترین مسائل کا حل موجود ہے۔ حالات میں تغیر وتبدل اور تنوع ناگزیر ہے۔ اسی لیے خاتم النبیینؐ کے بعد مسائل کے حل کے لیے اجتہاد سے کام لینا بھی ناگزیر ہے۔ نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تقریباً تین صدیوں تک تحقیق واجتہاد،

حریت فکر ونظر اور آزادانہ طلبِ حق کی جستجو جاری رہی۔ تقلید کو اس طرح اختیار کیا گیا کہ جمود کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ ماضی قریب میں حضرت شاہ ولیؒ اللہ، علامہ اقبالؒ، سید سلیمان ندویؒ اور سیدابوالاعلیٰ مودودیؒ جیسی ہستیوں نے تدبر' تفکر' تعمق' تفتیش' تعدیل' تشریح اور تعین کے ہتھیاروں سے جمود پر کاری ضربیں لگا کر اجتہاد کا دروازہ ایک مدت کے بعد کھولا۔

زیرمطالعہ کتاب تازہ ہوا کا ایک جھونکا ہے۔ مصنف نے اس کتاب میں پانچ اہم ابواب کے تحت بڑی تحقیق وجستجو سے ۱۵۰ مسائل کا حل پیش کیا ہے۔ خصوصاً باب دوم سائنس وطب اور باب سوم معیشت اور اقتصادیات میں تحقیق کا حق ادا کیا ہے۔

تولید کی جدید ترین اشکال کے بارے میں نہ صرف اسلامی مؤقف کی وضاحت کی ہے بلکہ نفسِ مضمون کو سمجھانے کے لیے ایک ماہر کی طرح عرقِ تولید' کلوننگ' پیوندکاری کی ٹکنالوجی کے بارے میں بھرپور معلومات بھی فراہم کی ہیں۔ معیشت اور اقتصادیات کے باب میں ملٹی لیول مارکیٹنگ کی تمام اسکیموں کا بڑا عمیق مطالعہ پیش کرکے ان کی فراڈ اور دھوکا دہی کو طشت ازبام کیا ہے۔ پوسٹ مارٹم اور زکوٰۃ پر بہت مفصل مطالعہ پیش کیا گیا ہے جو بڑا ہی قابلِ قدر کام ہے۔ والدین کے حکم پر بیوی کو طلاق دینے کی شرعی حیثیت پر تحقیقی کام ابھی تشنہ ہے۔ اس موضوع پر تمام احادیث اور ان کی صحت کا محاکمہ پیش کرکے رائے قائم کرنے کی ضرورت ہے۔

عصرِ حاضر کے مسائل کو سمجھنے کے لیے یہ کتاب ہر طالب علم کی ضرورت ہے۔ مصنف نے نفس مسئلہ اور اس کی کنہ وحقیقت کا معروضی مطالعہ پیش کرکے کتاب کی افادیت میں بڑا اضافہ کردیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعے سے اکابر علما کی آرا بھی مع حوالہ جات مل جاتی ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ایسے ہی تحقیقی کام کرنے والے افرادِ ملت کی رہنمائی کے لیے عطا فرمائے جو مسلکی تعصب سے بالاتر ہوکر مسائل کا حل پیش کریں۔ (پروفیسر خاور بٹ)

سیرت میزبانِ رسولؐ حضرت ابوایوب انصاریؓ، طالب الہاشمی۔ ناشر: طٰہٰ پبلی کیشنز' ۲۲-اے' ملک جلال الدین (وقف) بلڈنگ' چوک اُردو بازار' لاہور۔ صفحات: ۲۲۴۔ قیمت: ۱۲۰ روپے۔

سیرت حضرت ابوایوب انصاریؓ ہمارے دور کے معروف ادیب' مورخ اور مصنف

جناب طالب الہاشمی کی ایمان افروز تحقیقی تصنیف ہے۔ یہ صحابہ کرامؓ کی عظیم المرتبت کہکشاں کے اس درخشندہ و تابندہ ستارے کی سوانح عمری ہے جسے کئی منفرد اعزازات سے قدرتِ حق نے نوازا تھا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کا نام آتے ہی ہر صاحبِ ایمان کا سر عقیدت سے جھک جاتا ہے کہ انھوں نے اس کائنات کے حاصل' خاتم النبیین رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف پایا تھا۔ پھر اس میزبانی کا جو حق انھوں نے ادا کیا اسے دیکھ کر روح جھوم اُٹھتی ہے کہ خالق ارض وسما نے آنحضورؐ کی اُونٹنی کو وہاں بیٹھنے کا جو حکم دیا وہ کس قدر حکمتوں سے مالا مال تھا۔ اہلِ علم بھی اس عظیم اور معروف صحابی رسولؐ کے اصلی نام کو کم ہی جانتے ہیں۔ یہ نام دورِ صحابہ میں بھی حضرت ابوایوبؓ کی کنیت کے بہت زیادہ شہرت پا جانے کی وجہ سے پس منظر میں چلا گیا تھا۔ ان کا خاندانی نام خالد بن زید المالکیؓ تھا۔

حضرت ابوایوبؓ نے قبولِ اسلام سے لے کر آخری سانس تک مسلسل بلندیوں کی جانب سفر جاری رکھا۔ آپؓ انصار مدینہ کے سابقون الاولون میں سے تھے۔ انھوں نے بیعت عقبہ کبریٰ میں اوس وخزرج کے ساتھ حضورؐ سے پیمانِ وفا باندھا' میزبانِ رسولؐ بنے' ۳۱۳ مجاہدین بدر میں سے ایک تھے' ان ۱۴۰۰ اصحاب الشجرہ میں شامل تھے جنھوں نے حدیبیہ کے مقام پر بیعت رضوان کی سعادت حاصل کی' تمام غزوات نبویؐ میں حصہ لیا' ضعیفی کے عالم میں جہاد میں حصہ لیا اور قسطنطنیہ کے مقام پر ۸۰ برس سے زائد عمر میں شہادت پائی۔ حفظ قرآن اور علم وتفقہ سے بہرہ مند تھے' ان کے ذریعے متعدد احادیث اُمت کو پہنچیں اور عمر بھر حق گوئی کا حق ادا کیا۔ (ص ۱۳' ۱۴)

جناب طالب الہاشمی نے حضرت ابوایوب انصاریؓ کی زندگی کے جملہ احوال کو اپنی تصنیفی وتالیفی روایات کے مطابق خوب سجا کر ایک مرقع تیار کیا ہے۔ ہر واقعے کا تذکرہ پڑھتے ہوئے قاری محسوس کرتا ہے کہ گویا وہ سیدنا ابوایوبؓ کے ہم رکاب اور ہم نشین ہے اور تاریخ اسلام کے اس دور سے گزر رہا ہے۔ حضرت ابوایوبؓ سے مروی روایات کا تذکرہ بھی ہے اور ان کے اہل وعیال کا تعارف بھی کرا دیا گیا ہے۔ کتاب اہلِ علم' خطبا اور علما کے علاوہ عام قارئین کے لیے بھی بہت مفید ہے۔ (حافظ محمد ادریس)

پیاسی کی اَن کہی کہانی، سید امین الدین حسینی۔ ملنے کا پتا: بشارت احمد، بی-۵۴، ملیر کالونی کراچی۔ صفحات: ۲۴۰۔ قیمت: ۲۵۰ روپے۔

کوئی خاتون پانی کے علاوہ کسی اور چیز کی بھی پیاسی ہوسکتی ہے، اسی لیے اس کتاب کا سادہ سرورق جس پر کسی ناشر کا نام بھی نہیں ہے، عنوان کی وجہ سے ہر کس و ناکس کی توجہ اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اپنی دنیا میں مگن رہنے والوں نے، جن کے لیے "پیاسی" ان کا روزمرہ تھا، یہ ضرورت نہیں سمجھی کہ اندرون سرورق پر ہی اس کی وضاحت کر دیتے، اور یہ عقدہ ۲۸ویں صفحے پر کھلتا ہے کہ "پیاسی" دراصل پی آئی اے کی مزدور یونین، PIAC ہے۔ کتاب اس جدوجہد کی داستان ہے جو ملک کی اس اہم لیبر یونین نے مزدور تحریک کو بائیں بازو کے چنگل سے نکالنے کے لیے کی۔ مصنف نے جو خود اس کہانی کا کردار رہے بلاکم و کاست، بغیر رو رعایت بلکہ بعض اوقات نہایت سادگی سے تفصیلات لکھ دی ہیں۔ یہ دراصل مزدور تحریک میں اسلامی قوتوں کے لڑنے، آگے بڑھنے اور "سرخوں" کو باہر نکالنے کی دل چسپ داستان ہے۔ بہت سے معاملات کے بہت سے پہلوؤں پر جدوجہد میں مصروف لوگوں کی نظر نہیں جاتی لیکن جب ۳۰، ۴۰ برس بعد پیچھے نظر ڈالی جائے تو سب پہلوؤں کا مطالعہ ہوسکتا ہے۔ تبصرہ نگار کی نظر میں اس کتاب کی اصل وقعت یہ ہے اس میں ایک سیاسی پارٹی، یعنی جماعت اسلامی کے ایک مزدور یونین کے لیڈروں اور گروپوں سے تعلقات کو صاف صاف بیان کر دیا گیا ہے۔ بہت اچھا اور فرسٹ پرسن مطالعہ ہے، جسے دل چسپی ہو وہ ضرور پڑھے۔ (مسلم سجاد)

علامہ اقبال اور فتنۂ قادیانیت، ترتیب و تحقیق: محمد متین خالد۔ ناشر: عالمی مجلس ختمِ نبوت، حضوری باغ روڈ، ملتان۔ صفحات: ۱۱۷۔ قیمت: ۴۰۰ روپے۔

محمد متین خالد نے پچھلے چند سالوں میں جس خلوص، دلی وابستگی اور محنتِ پیہم کے ساتھ کام کیا ہے، اس نے انھیں قادیانیت کا متخصص بنا دیا ہے۔ اس ضمن میں ان کی بعض کاوشوں پر انھی صفحات پر تبصرہ ہوچکا ہے، جیسے: ثبوت حاضر ہیں، جورِ قادیانیت کے سلسلے میں ایک بے مثل کتاب ہے۔

زیرِنظر کتاب، اس موضوع پر ان کی تازہ کاوش ہے۔ اس میں ایک تو قادیانیت پر علامہ اقبال

کی تمام تر اُردو انگریزی نثری تحریریں (انگریزی تحریروں کے تراجم) خطوط اور منظومات و اشعار کو جمع کیا گیا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قادیانیوں کے بارے میں، اوائل سے آخر تک ان کا مؤقف کیا رہا ہے—— دوسرے: اس موضوع اور اہلِ قلم کی نئی پرانی مختلف النوع تحریروں اور مضامین کا انتخاب دیا گیا ہے۔ بعض تو کتابوں سے مُقتبس ہیں اور چند ایک رسالوں وغیرہ سے ماخوذ ہیں۔ حسبِ ضرورت ہر مضمون کے آخر میں حوالے اور حواشی بھی دیے گئے ہیں—— لکھنے والوں میں مولانا ابوالاعلیٰ مودودی، سید نذیر نیازی، مولانا ظفر علی خاں، یوسف سلیم چشتی، شورش کاشمیری، جسٹس (ر) جاوید اقبال، مولانا یوسف لدھیانوی، ڈاکٹر وحید قریشی اور بہت سے دوسرے اصحاب شامل ہیں۔

یہ تو واضح ہے کہ اقبال کے نزدیک قادیانی، اُمت مسلمہ کا حصہ یا فرقہ نہیں، بلکہ ایک الگ مذہب (قادیانیت) کے پیروکار ہیں اور انھوں نے قادیانیوں کو اسلام اور ہندستان، دونوں کا غدار قرار دیا ہے، اور اس کے لیے ان کے پاس نقلی و عقلی اور فکری دلائل موجود تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد، قادیانیوں کی سرگرمیوں نے، اقبال کی رائے پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے، مثلاً اسرائیل میں قادیانیوں کا مشن (بذاتِ خود یہی بات ان کے غیر مسلم ہونے کے لیے کافی ہے۔ اگر وہ اُمت مسلمہ کا حصہ ہوتے تو یہودی انھیں کبھی اسرائیل میں قدم رکھنے کی اجازت نہ دیتے)۔

زیرنظر مضامین سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قادیانیوں نے پاکستان کی جڑیں کھوکھلی کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا، اور وہ اب بھی اس کے خلاف سازشوں میں سرگرمِ عمل ہیں۔

کتاب سلیقے سے مرتب اور اچھے معیار پر شائع کی گئی ہے۔ اپنے موضوع پر ایک عمدہ جامع دستاویز ہے۔(رفیع الدین ہاشمی)

عکس و آواز کی دنیا

۱- **تفہیم القرآن** سمعی، چھے سی ڈی/دو دو سی ڈی کے تین کیس، خوب صورت پیک میں۔
ہدیہ: ۲۲۵ روپے۔ ۲- **ترجمہ قرآن مجید** از مولانا مودودیؒ۔ دو سی ڈی کا کیس، ہدیہ: ۵۰ روپے۔
پیش کش: سمع و بصر، منصورہ، لاہور۔

قرآن مجید کو برقی مقناطیسی فیتوں اور جدید کمپیوٹری اطلاعی آلات پر منتقل کرنے کا کام بیسویں صدی کے اواخر میں شروع ہوا، اور اب اس کے ترجمے اور تفاسیر بھی ان جدید آلات کے ذریعے نشر ہو رہے ہیں۔ سمع و بصر نے مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودیؒ کی منفرد تفسیر تفہیم القرآن کو سی ڈی پر منتقل کر کے نہایت خوب صورت انداز میں پیش کیا ہے۔ ہر سورہ کے آغاز میں تعارف ہے، پھر تلاوت، اس کے بعد ترجمہ (بقول مولانا مودودی، قرآنی آیات کی ''ترجمانی'')، اور پھر تفسیری حواشی، آواز کے ذریعے سامع تک پہنچتے ہیں۔ پروفیسر خورشید احمد کی تفہیم القرآن پر جامع تحریر ایک کتابِ انقلاب سمع و بصر نے تحفے کے طور پر ساتھ دی ہے۔

مولانا مودودیؒ کے ترجمے اور تفسیر کی زبان نہایت سادہ اور بے تکلف ہے۔ وہ روایتی اور اختلافی بحثوں سے کنارہ کشی کرتے ہوئے اپنی تفسیر میں اسلام کی اساسی تعلیمات کو پیش کرتے ہیں۔ تاریخی واقعات میں اسرائیلیات اور کمزور روایات سے اجتناب کرتے ہیں۔ چونکہ قرآن کا بنیادی موضوع انسان سازی ہے، اس لیے تفسیر میں ہر پہلو سے یہ دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن مجید انسان کا مقصدِ حیات کیا متعین کرتا ہے اور اس کے حصول کے لیے کس طرح کے اخلاقی، معاشرتی، معاشی، قانونی اور سیاسی اصول اور جہاں ضرورت ہو، تفصیلات اور فروع مہیا کرتا ہے۔ قرآنی قصص، قوموں کے عروج و زوال کی داستانیں جہاں بیان کی گئی ہیں، ان کا مقصد بھی یہی رہنمائی ہے۔ تفہیم القرآن احکام اور فقہی مباحث سے خالی نہیں۔ نکاح، طلاق، وراثت اور

معاملات میں غیرضروری قانونی موشگافیوں سے گریز کرتے ہوئے ضروری مسائل بھی بیان کر دیے گئے ہیں' لیکن اس کا مرکزی نکتہ انسان سازی ہی ہے۔ ایک ایسا انسان' جو اپنی فکر میں طبع سلیم' معاشرت میں اسلامی اقدار اور میانہ روی کا حامل ہو۔ تفہیم میں نہ وہ اندھی تقلید ہے جو فرد کو جمود کا شکار اور دین کو ناقابلِ عمل بنا دیتی ہے اور نہ وہ روشن خیالی ہے جو قرآن کو بازیچۂ اطفال اور دین کو ہوا کے ہر جھونکے کے ساتھ متغیر کر دیتی ہے۔ مولانا مودودیؒ نے آج کے پڑھے لکھے اور سوچنے سمجھنے والے انسان کے لیے آج کے مسائل' آج کی زبان میں نہایت خوب صورتی سے بیان کر دیے ہیں۔

چھے سی ڈیز' جن میں تفہیم القرآن کی چھے جلدیں مکمل پیش کی گئی ہیں' اُن لوگوں کے لیے تو ایک گراں قدر تحفہ ہیں ہی' جو پڑھنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں' یہ اُن کے لیے بھی نہایت کارآمد ثابت ہوں گی' جو اپنی مشغولیتوں کے ساتھ قرآن فہمی سے بھی جدا نہیں رہنا چاہتے۔

معاملہ فہمی اور سمجھ بوجھ خواندگی سے مشروط نہیں ہے۔ ناخواندہ' کتابی علمی خزانوں سے محروم سہی' تجرباتِ زندگی ان کے معلم ہوتے ہیں' لیکن اب تفہیم القرآن جیسے علم و معرفت کے خزانے بھی ان کی رسائی میں آگئے ہیں۔ اب ایسی تعلیم یافتہ نسل بھی وجود میں آچکی ہے جسے اُردو پڑھنا نہیں آتا لیکن سن کر پورا سمجھتے ہیں۔ جو کسی وجہ سے فارغ یا صاحبِ فراش ہیں اور ذوق رکھتے ہیں' ان کے لیے یہ سی ڈی ایک نعمت' غیر مترقبہ ہے۔ طلبہ و طالبات گروپ بنا کر نصاب کے انداز میں سننے کے ساتھ ساتھ پڑھیں تو نہ صرف قرآن کا بہتر فہم حاصل کریں گے بلکہ ان کے مجموعی علمی معیار میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوگا۔

تلاوتِ قرآن' مسجد نبویؐ کے امام الشیخ علی عبدالرحمٰن الحذیفی کی 'میٹھی' آواز میں ہے۔ ترجمہ اور سورتوں کا تعارف عظیم سرور کی پُرشکوہ آواز میں ہے' اور تفسیری حواشی سید سفیر حسن مرحوم' پروفیسر عبدالقدیر سلیم اور سید اشفاق حسین نے اپنے اپنے انداز سے' لیکن سامع کو اپنے اندر جذب کرنے والے لہجے میں پڑھے ہیں۔ جدید ترین اسلوب پر ریکارڈ کی گئی ان سی ڈیز کی آواز نہایت صاف' واضح اور نقص سے پاک ہے۔ صوت بندی' Sound Communications کراچی نے کی ہے۔

صرف ترجمہ قرآن مجید دو سی ڈی کے علیحدہ کیس میں پیش کیا گیا ہے۔ قرآن کی اپنی تاثیر ہے لیکن جب سید مودودیؒ کی اردوے مبین' عظیم سرور کی آواز میں پڑھی جائے تو یہ سوا ہو جاتی ہے۔ رمضان المبارک کے لیے نہایت برموقع ہدیہ ہے۔ (مسلم سجاد)

مدیر کے نام

فیض احمد شہابی' لاہور

''خدا سے بے خوف لوگوں کا مجمع'' (ستمبر۲۰۰۵ء) پڑھا۔ آپ کے تاثرات عام مسلمانوں کے جذبات کے عکاس ہیں۔ ثقافت کے نام پر بڑھتی ہوئی بے حیائی کا جو طوفان اٹھا ہے اس کی تباہ کاریاں ملک و ملّت کے لیے انتہائی مہلک ثابت ہو رہی ہیں۔ انفرادی اور اجتماعی سطح پر اس کے خلاف منظم جدوجہد ناگزیر ہوتی جارہی ہے۔

محمد رفیق وڑائچ' لاہور

ہمارے ہاں قطع رحمی یا صلہ رحمی کی حقیقت کبھی نزاعی مسئلہ نہیں رہا (ستمبر۲۰۰۵ء)۔ مسئلہ یہ ہے کہ قریبی رشتہ داروں میں خواتین کو ترکے یا وراثت سے شرعی طور پر مقرر حصہ نہیں دیا جاتا۔ اپنا حق وراثت لینا ایک گستاخی سمجھی جاتی ہے۔ رہنمائی یہ ہونی چاہیے کہ اگر کچھ لوگ جانتے بوجھتے اللہ کا یہ حکم نہیں مانتے' اگر ان سے صرف یہ قطع تعلق کیا جائے کہ محض اللہ کی خوشنودی کے لیے ان کے ساتھ کھانے پینے سے پرہیز یا احتراز کیا جائے' تو کیا یہ عمل قطع رحمی میں شمار ہوگا؟

ثریا اقبال ' کراچی

''ایک منفرد دعوتی تجربہ'' (ستمبر۲۰۰۵ء) نظر سے گزرا۔ یہ اپنی نوعیت کی منفرد معلوماتی اور چشم کشا تحریر ہے۔ امریکا میں قیدیوں پر اسلام کے اثرات سے متعلق کچھ نامکمل معلومات تو اکثر ملتی تھیں' اسی طرح دیگر یورپی ممالک سے متعلق بھی بعض تحریریں نظر سے گزریں لیکن فاروقی صاحب نے کوریا اور امریکی قیدیوں کے حوالے سے جو معلومات فراہم کی ہیں اور اشاعت اسلام کے لیے انھوں نے جو علمی اور عملی طریقہ اختیار کیا ہے' وہ قابلِ ستایش ہی نہیں' قابلِ تقلید بھی ہے۔

سراج اسلام مفتی 'امریکا

''ایک منفرد دعوتی تجربہ'' (ستمبر۲۰۰۵ء)' میں محترم شفیق الاسلام فاروقی کے تجربات نے بہت متاثر کیا۔ البتہ ایک وضاحت بھی ضروری ہے۔ مضمون میں ''نیشن آف اسلام'' تنظیم کا وارث دین محمد سے تعلق ظاہر کیا گیا ہے جو کہ درست نہیں۔ درحقیقت وارث دین محمد کا تعلق اُمت مسلمہ سے ہے' جب کہ لوئیس فرح خان

نیشن آف اسلام کی نمایندگی کرتے ہیں۔ اگرچہ لوئیس فرح خان اسلامک سوسائٹی آف نارتھ امریکا کے سالانہ کنونشن میں اسلام سے اپنی وابستگی کا اعلان کر چکے ہیں، یعنی وہ اللہ پر ایمان اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی تسلیم کرتے ہیں، تاہم وہ جس گروپ کی نمایندگی کرتے ہیں وہ ابھی تک نیشن آف اسلام کے نظریات پر عمل پیرا ہے۔

اسجد رحمٰن، اسلام آباد

ڈاکٹر انیس احمد نے ''رسائل و مسائل'' میں ''اسلامی نظام معاشرت: بعض اہم بنیادی اصول'' (ستمبر ۲۰۰۵ء) کے تحت جس مسئلے پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، اسی پر مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں: ''شوہر کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ خدا کے احکام کی خلاف ورزی پر بیوی کو مجبور کرے اور اگر وہ ایسا کرے تو مسلمان عورت کا فرض ہے کہ ایسے مطالبات پورے کرنے سے انکار کر دے۔

سسرال اور میکے میں عورتوں کا عموماً جن غیر محرم مگر قریبی رشتہ داروں کے ساتھ رہن سہن ہوتا ہے ان سے پردے کی نوعیت وہ نہیں ہے جو بالکل غیر مردوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ عورتیں ان کے سامنے بغیر زینت کے سادہ لباس میں پورے ستر کے ساتھ آ سکتی ہیں، مگر صرف اس حد تک ان کے سامنے رہنا چاہیے جس حد تک معاشرتی ضروریات کے لحاظ سے بالکل ناگزیر ہو۔ خلا ملا اور بے تکلفی اور ایک مجلس میں بیٹھ کر ہنسی مذاق اور تنہائی میں بیٹھنا اس قسم کے رشتہ داروں کے ساتھ جائز نہیں ہے۔

اس معاملے میں فی الواقع ہماری معاشرت میں بڑی پیچیدگی پیدا ہوگئی ہے۔ اگرچہ شریعت کا جو حکم ہے میں نے بتا دیا ہے لیکن مسلمانوں میں رواج سے جو غیر شرعی حالات پیدا ہوگئے ہیں ان کو دُور کرنے کے لیے بڑی جرأت اور عزم کی ضرورت ہے۔ ایک طرف مسلمان غیروں سے اتنے پردے کا اہتمام کرتے ہیں جو کہیں کہیں خود شریعت کے مطالبات سے بڑھ جاتا ہے، اور دوسری طرف رشتے داروں کے معاملے میں انھوں نے تمام حدود شرعیہ کو توڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس معاملے میں شاید ہم کو کسی وقت ایسا سخت طرزِ عمل اختیار کرنا پڑے گا جس سے بعید نہیں کہ ہمارے خاندانی تعلقات میں بہت سی تلخیاں پیدا ہو جائیں''۔ (رسائل و مسائل، اوّل، ص ۹۹-۱۰۰)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
پانچ وقت کی نماز، نماز جمعہ سے اگلے جمعہ تک، اور رمضان کے روزے اگلے رمضان تک، یہ سب اپنی درمیانی مدت کے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں، بشرطیکہ آدمی نے کبیرہ گناہ نہ کیے ہوں۔

(مشکوٰۃ بحوالہ مسلم)

حسین فاروق مودودی نے ملک عید محمد پرنٹرز سے چھپوا کر ۵-اے ذیلدار پارک 'اچھرہ' لاہور سے شائع کیا